

COMPLETE COPY
NOT FOR SALE.

محمد احسن فاروقی

سنگم

ناشر

لیٹی پبلیکیشنز

۲۰۶- الحیات چیمبرز ایم- اے جناح روڈ

کراچی ۳

پیدائش:
تعلیم:
ملازمت:
قیام:
سہولت:

کانام آج سرفیز
طرف سے داد کا
اس کے بعد فہ
ایم۔ اے لکھا جہ
شائع ہو چکے ہیں
قید خانے میں پڑ
تسنگہ

جس میں انہوں۔
کہ یہ تکنیک اردو
ایک ایسا کارنامہ
بہادور کو تیز کر دیا ہے
سے شروع ہوتا ہے
ایک زندہ جیتا جا
اشارہ ہے۔ ابن مسلم
مناظر ہوتا ہو امتہ
پہلے میں سامنے آ

دیباچہ

طیج اول

قیام پاکستان ہماری تاریخ کا قدرتی نتیجہ ہے۔ اس کا آغاز محمد عزیز نووی کے
 جہوں سے ہوتا ہے۔ اور اس کا وسط برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کا دور ہے۔ کیا کوئی شخص
 یہ سب بجا سکتا ہے جو مسلمانوں سے ۱۹۴۷ء کی تاریخ کا آغاز کر سکے؟ کوئی سہرا
 ہونے لایا ہے جو سارے قسے کو ایک شخص میں اور دروہ و ہیبت کے ماتحت ملنے
 لے آئے؟

۱۔ شکم: اس سوال کا جواب ہے
 در حین وقت کی ناولی اور ہندوؤں کا یہاں بھی کیا گیا ہے۔ مسیح اور
 اس پاروتی کے قسے کے ذریعے ہندوستان میں مسلمانوں کی ساری تاریخ پیش کرے
 سکتی ہے۔

پاورید گرامیجہ بود زبان دانے
 قیر شہر سخن اسے گفتنی دار نہ

محمد احسن فاروقی

حصہ اول

سَحَرُ الْكُرْمَا.....

(محمود غزنوی کے فتوح پر حملے سے علاؤ الدین خلجی کی چتر گڑ کی رانی پر مبنی ہے شکتی تک)

فہرست

حصہ اول

سَحَرُ الْكُرْمَا.....

حصہ دوم

بہر سو رقص بھل

حصہ سوم

وظیفہ انت غزل

حصہ چارم

عجب حالات کے گھوڑے

حصہ پنجم

یورڈوناٹ اندرا سینڈ

ابن مسلم عمود غزنوی کی فوج میں ایک معمولی سپاہی تھا۔

فوج پر حملے کے بعد عمود غزنوی کی فوج واپس ہو رہی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے گنگا کے کنارے
پڑاؤ ڈالا تھا۔ ابن مسلم سب سے اگت ہو کر گنگا کے کنارے کھڑا ہوں پر لپکتے ہوئے سورج کا چمک کو
دیکھ رہا تھا۔ گنگا کا پانی سفید تھا۔ اسے جیسا بھی یاد رہی تھی جس کے کنارے بھی فوج سنا آتے میں ٹپٹے
ڈالا تھا مگر جیسا کہ اپنی میز تھا۔

اس نے سنا تھا کہ یہ دونوں دیکھا کہیں جا کر مل جاتے ہیں۔۔۔ کہاں؟۔۔۔ اگر وہ گنگا کے پہاڑ
کے ساتھ تیرا چلا جائے تو اس طرح ابھر کر ملنے پہنچ جائے گا۔۔۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہاں دونوں
دیر پاؤں کے شکم کو دیکھے۔ ضرور دیکھے۔

اگر وہ دیکھتے جاتے اور فوج کو چا کر جائے تو وہ اس غیر ملک میں اکیلا رہ جائے گا۔۔۔ اس کی صورت
اور وہاں پر صفات عربوں کا سا تھا۔۔۔ دیر یا میں اس کا عکس کاغذی لیا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔ اسی بیان کے لوگ
اکیلا دشمن باکرہ ڈالیں گے۔۔۔ مگر یہ خوف ہے۔۔۔ یہ گناہ عظیم ہے۔۔۔ اسلام بہت کا نام ہے۔۔۔ عذر شکن
۔۔۔ حسین شہید کر بلا۔۔۔ یہ سب لوگ اس کے جہت تھے۔۔۔ ان کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔۔۔ لالٹھ

اس کے جدا حکم تھا جو اللہ کی طرف سے آیا تھا۔

مگر عظم دیکھنے کی خواہش فی سبیل اللہ تھی، اس کی ذاتی خواہش تھی، ... ذاتی خواہش کو کی چیز نہیں... فی سبیل اللہ... خدا کی قدرت کی سیر محبوب البصیرین یلتقیٰ... فی سبیل اللہ... مگر وہ عظم پر ضرور جائے گا۔ اس کی خواہش حکم اپنی تھی۔

اور اس کی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بھی نکل آیا۔ دیکھا کہ اس پار سے ایک ناؤ آتی دکھائی دی۔ تریب آئی گئی اور اگر اس کے پاس کنارے سے لگ گئی۔ اس میں چار پانچ نئے بدن نکلے باغی کالے ہندوستانوں کے ساتھ ایک اس کا ساتھی بھی راجپوتوں کا لباس پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہ فوج کے لئے رسول آیا تھا جس سے ناؤ بھری ہوئی تھی۔ اس نے ناؤ سے اترتے ہی کہا۔ دیکھو یہی مسلم کیا سمجھتے ہو۔

یہ گنگا اور وہ جہاں ایک جگہ پر ملتی ہیں۔ میں وہ مقام دیکھنا چاہتا ہوں۔ ترجمہ البصیرین یلتقیٰ۔ لیکن کھانا برونڈج لا یبغیان۔ فی سبیل اللہ دیکھا کہ گنگا میں مسلم کی سمجھ میں نہیں پھر ابن مسلم کی طرف ہو کر بولا۔ مگر تم میرا راجپوتوں کا لباس پہن لو۔ اپنے لباس میں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ... یہ علاج اپنے ہیں مگر راستے میں اگر...

دونوں کناروں سے کافی دور ایک نیچے میں چلے گئے۔ طاح سلمان آتارے رہے۔ دن چڑھ آیا۔ ابن مسلم سر پر راجپوتوں کی سی پگڑی باندھے جسم پر انگر کھا پہنے اور پیچ وار دھوٹی باندھے واپس آیا اور ناؤ میں بیٹھ گیا۔ طاح ناؤ کو منجھدار میں لے آئے اور وہ دھارے پر تیزی سے چلنے لگی۔ سادوں کا مہینہ تھا۔ آسمان پر بادل پھلکے تھے۔ دونوں کناروں پر ہرے بھرے درخت نظر آتے تھے۔ ابن مسلم غوریت کے عالم میں لگی تھا وہ جنت میں تھا۔ ... گنگا جہاں عین تجوینا۔ ان کے درمیان جنت جنتی جنتی۔ یہی وہ بارغ تھے جن کی بشارت رحمتہ اللعالمین نے دی تھی یہی

پہلے مسلم کا رزق تھا۔ یہ جنت کورہ صوفیوں کا جنتی عز و پر تھا۔ اس سے جو بخت لاکھوں اس کے ذہن میں قائم ہو گیا تھا وہ کب صورت نماز میں آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

فنا ایک اوز سے نمودار تھی۔ خود بخود نہ دیکھ سکیا بلکہ بدلے بغیر پر اسرار روشنی پیدا کر رہی تھی جو دنیا کی ہر وہ درختوں کی بیٹوں اور تیزی سے بہتی ہوئی ناؤ کو ایک آہنگ میں موجود دکھا رہی تھی۔ ابن مسلم کی زبان پر سوالات جاری تھا۔ فی سبیل اللہ دیکھا کہ گنگا میں پردہ جھوم جھوم جاتا تھا۔ معلوم بھی نہ ہوا کہ کشتی دیر میں سفر ختم ہوگی۔

”جے ترینی۔ ترینی جی کی جے۔“ ملاحوں کی آواز سے وہ چونک پڑا۔

”عظم پر اگر ناؤ بالکل ساکت ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے چیو چیو ڈوینے۔ ابن مسلم نے ناؤ

کے داہنے جانب سبز اور بائیں جانب سفید پانی کو غور سے دیکھا۔ ناؤ کے سلسلے... ایک پر اسرار لیکر دور تک پڑتی چلی جا رہی تھی۔ ناؤ کے نیچے بھی ویسی ہی گیر زمین تک دکھائی دے رہی تھی۔ ایک طرف سبز سبز جہاں پہاڑی تھی۔ اور دوسری طرف سفید گنگا۔ سورج البصیرین یلتقیٰ۔ لیکن کھانا برونڈج لا یبغیان۔ کپ آئی الا تیر دیکھا کہ گنگا میں عظم کی لکیر کس قدر عید صحت تھی۔ ایسا خط مستقیم اس نے کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ملاحوں نے کشتی

کو اس نظر پر جا دیا تھا۔ کشتی اسی خط پر چلی جا رہی تھی۔ ملاحوں نے اسے بتایا کہ یہ ترینی ہے قبل دریا گنگا ایک جہنا دھرا اور تیسرا ترینی۔ یہ تیسرا جگوان کے ملک میں رہتا ہے آسمانی دنیا ہے۔ ابن مسلم کو ان کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر پورا یقین آگیا۔ اس کی آسمانی کتاب میں اس سورج البصیرین کا ذکر تھا ہی۔

وہ بالکل بھول گیا کہ وہ اس دنیا میں تھا۔ وہ جنت میں پہنچ گیا تھا۔ وہ کوثر اور قسطن کے منگ پر رواں تھا۔ صلا النجذت الی۔ ... دنیا میں تھا۔ فنا روحانی۔ دیا روحانی۔ اس میں اس کی روح کی ناؤ چلی جا رہی تھی۔ ملاحوں کے چہرے پر بھی ایک روحانیت نمایاں تھی۔ وہ ترینی کو دل سے پوچھ رہے تھے عجیب سپردگی کے عالم میں تھے۔ ابن مسلم

WQC 8159

خواب کے عالم میں رہا۔ یہاں تک کہ تربیتی کی سرختم ہو گئی۔

ملاحول نے ہمارے خلاف زور سے چوہدری مارنا شروع کیا۔ اسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کے دل کو کوئی زبردستی ہلا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ زندگی بھر تربیتی ہی پر بیٹھا رہے۔ وہ سنبھل کر بیٹھا۔ تربیتی کا خط اس سے دور ہوتا گیا اور غائب ہو گیا۔ ناؤ کنارے کے قریب چل رہی تھی۔ ملاح بائیں اور چپو چلانے میں مصروف تھے۔ ابن مسلم کی نگاہوں کے ساتھ تربیتی کا خط تھا اور وہ پرفورٹ کے عالم میں آگیا تھا۔

ملاحول نے ایک بٹانے کے پاس ناؤ روک لی اور رات گئے۔ وہ بھی چونکا۔ ان لوگوں نے اشارے کیے وہ بھی ان کے ساتھ گیا جب آٹھوں سے نوے سو پیرڈوں کے درمیان آگئے۔ ملاحول نے اُم توڑا خود کھائے اور اسے کھلائے۔ وہ کھانا ہی گیا۔ وہ پہلے بھی اُم کھا چکا تھا۔ مگر اس وقت جو اُم کھا رہا تھا ان سے زیادہ لذیذ کبھی کوئی چیز اس نے نہ کھائی تھی۔ شہینہ کا گھونٹا... یہ چن کے پھل تھے۔ ان میں تمام پھلوں کا مزہ اپنے کمال پر تھا۔ اس کا پیت پھر کمال طبیعت نہ بھری۔ ناؤ پر واپس آکر اس نے چلوں سے کرگٹھا کا پانی پیا۔ سفید پانی۔ پاک پانی۔ یہ پانی برسوں رکھا جائے خواب نہیں ہوتا۔

اب وہ ناؤ میں بیٹھا۔ تو وہ ایک مخصوص نشے کے عالم میں تھا۔ ناؤ آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ وقت کا احساس بالکل جاتا رہا تھا۔ سورج بارہوں میں چھپا ہوا تھا۔ کہیں کہیں لکا دکا بوندا بانڈی بھی ہوئی۔ معلوم نہیں کب وہ سو گیا اور کب جاگ اٹھا۔ سب خواب تھا۔ خواب کی طرح دکش خواب کی طرح بے بنیاد خواب کی طرح بے ترتیب ناؤ ایک بانے کے پاس سے گزری جس میں ڈیرے پر ڈیرے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک پیرڈ میں جھول پڑا تھا۔ چار لڑکیاں پیرڈے پر بیٹھی تھیں ایک رسی پر ڈے کھڑی پینگ بڑھا رہی تھی۔ ملاح ناؤ کھینچا بھون گئے۔ ناؤ ترک گئی۔ ابن مسلم ان لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔ سب جوان تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں والی

تھیں۔ گوری تھیں۔ جوڑے محققہ و ادب فی الجینا ہر۔ سب گنوا۔ یاں تھیں۔ عیضہ شہینہ انہ قبل ہمد و الاحسان۔ ایک نے اس کی طرف دیکھا۔ شرمکرا آنکھیں جھپکائیں۔ دوسری لڑکیوں کو اشارہ کیا۔ سب جھولاروگ کر بھاگیں اور ڈیرے میں غائب ہو گئیں۔

ناؤ پھر چلنے لگی۔ اس بانٹ سے دور چوتی گئی۔ ابن مسلم کے سامنے ان لڑکیوں کی ہنستی ہوئی آنکھیں تھیں۔ لیولر المکنون بالعموات الغرف کیا آنکھیں تھیں۔ کیا مسکراتے ہنستی ہوئی آنکھیں۔ غریب نرگس مستانہ...

ملاحول کتنی دیر کے بعد اس کے کان میں ایک نہایت سرملی آواز لگتی: گھر گھر آئی بدیا گاری۔ ہم لگی۔ اب پیا کا پکا سے ہم لگی۔ اب پیا کا پکا سے ہادی ہیرت ہون ندیا کنارے عجیب راگ تھا۔ ایسا سریل ایسا میٹھا راگ اس نے کبھی نہیں سنا تھا۔ وہ عجیب کیفیت کے عالم میں آگیا۔ الفاظ کے معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ مگر راگ کے بول بار بار آکر اس کے حافظے پر ثبت ہو گئے۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کے دل کی دھڑکن بھی یہی راگ گارہی تھی۔ گنگا بھی یہی راگ گارہی تھی۔ آسان پر بادل بھی یہی راگ گارہے تھے۔ ناؤ کے چیمہ بھی یہی راگ گارہے تھے۔ ساری کائنات اس راگ کو گانے میں محو تھی وہ اس راگ میں بالکل گم ہو گیا پھر ایک اور بانٹ دکھائی دیا۔ حقیقت میں یہ خواب میں! مگر دکھائی دیا ایک راجہ جس کے سر پر مور بندھا ہوا تھا۔ مرلی ہمارا تھا۔ ایک رانی اس کے سینے پر سر کیے کھڑی تھی۔ ان دونوں کے چاروں طرف گھبراہٹ ہوئے۔ ملاحول نے منہ سے راجہ اور کتنی رانیاں اسی گنت میں بالکل اسی صورت کی پانچ رہی تھیں۔ مرلی کی آواز عجیب تھی۔ رقص کا کیفیت عجیب تھا۔ ملاحول اس کو دیکھ کر سر بسجود رہا۔ ابن مسلم کھو گیا۔ یہ کیفیت عجیب تجربہ تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ خود راجہ تھا۔ مرلی کی آواز اس کی روح سے نکل رہی تھی۔ پورن کائنات میں گونج رہی تھی۔ گنگا اس کی رانی تھی۔ اس کے

پہنچے سر رکھے تھی۔ تمام پیرگوہیاں تھیں وہ ان سب کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ اور ہفت ہونے مندر میں چلی گئی۔ ابن مسلم مندر کے دروازہ پر آیا اس نے دیکھا کہ وہی مجلس ان کے درمیان کھڑا مری بجا رہا تھا۔ مری کی آواز کو سن ہی رہا تھا۔ خود ہی ہوتا تھا اور گانہ کو بھی ٹھوکنے ہوا تھا۔ یہ عجیب راز تھا۔ آسمانی راز۔ جنت کا راز۔ یہ راز کہی اسے بتایا ہی گیا تھا۔ قرآن شریف میں صوفیہ داؤد کا ذکر تھا۔ کیا مری اسی صوفیہ کو پیدا کر رہی تھی۔ مگر رقص بہ اس کا تو کہیں ذکر نہ تھا۔ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رقص کرتے ہوئے یہ رقص کائنات کا رقص۔ وہ اپنی آنکھوں سے کائنات کو رقص کرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ دیکھتا ہی رہا۔ اس رقص کے ختم ہونے کا سوال ہی نہ تھا۔ رقص یہ تھی القیوم کا رقص تھا۔

مورہن کی مرلیا بیجے۔ "مرلی کے دائمی راگ میں یہ آواز شامل ہوتی ہوتی سنائی دے۔ وہ چونک پڑا۔ گنا سے پر ایک مندر بنا تھا۔ اس میں سے یہ آواز آ رہی تھی۔ مندر خوشنما تھا اس پر گل بوٹے اور لائندہ صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ ملاح ناؤ کو کنارے لگا کر اتر گئے۔ اس نے بھی اترنا چاہا۔ ملاحوں نے اشارے سے اسے روکا۔ وہ کئی دنوا تھا مگر ہر دفعتے اشاروں سے ملاح اسے روکتے رہتے۔ آخر کو وہ نہ اترنا۔ ملاح مندر کے اندر گئے۔ مندر کے دروازے پر جو اس سے کافی اونچائی اور بلندی پر تھا۔ ایک جیسے نور نظر آئی۔

یہ کہاں سے آئی تھی؟ مندر میں سے نکلی تھی؟ زمین میں سے ابھری تھی؟ آسمان پر سے گری تھی؟ پہلی کی طرح چمک کر آئی تھی! بال کھلے ہوئے تھے یہی سیاہ ٹہنیں کمر پر پڑی تھیں۔ سفید مٹی جسم پر کسی پٹی ہوئی تھی جیہ نور کی نور معلوم ہو رہا تھا۔ مانتے پر سرخ سیندور کی بندیا لگی ہوئی تھی۔ برق جری سیاہ آنکھیں عجیب مستی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مہین گلابی ہونٹوں پر آفتابی مسکراہٹ نکلی رہی تھی۔ ابن مسلم اسے دیکھ کر کھو گیا۔ مسکراہٹ میں اس کرشمے کی روح نظر آئی۔ ابن مسلم کو محسوس ہوا کہ پوری کائنات مسکرائی۔ اس سے نہ ہانگیا۔ ناؤ سے اتر کر وہ اس کی طرف بڑھا۔ وہ پچھلے پاؤں کھسکتی ہوئی مندر کے دروازے کی طرف چلی۔ ابن مسلم بڑھتا گیا وہ

نوجو غزنی کاٹھ کے چلی جا رہی تھی۔ سر پٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے درمیان ابن مسلم کا گھوڑا بھی تھا۔ وہ سب کے ساتھ در در رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک بت کا نور۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس کی مسکراہٹ کے کرشمے کا نقش لے جا رہا تھا۔ اب اسے منوم ہو گیا تھا کہ "نوٹ کے آگے کیا معنی

پہنچے سر رکھے تھی۔ تمام پیرگوہیاں تھیں وہ ان سب کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ اور ہفت ہونے مندر میں چلی گئی۔ ابن مسلم مندر کے دروازے پر آیا اس نے دیکھا کہ وہی مجلس ان کے درمیان کھڑا مری بجا رہا تھا۔ مری کی آواز کو سن ہی رہا تھا۔ خود ہی ہوتا تھا اور گانہ کو بھی ٹھوکنے ہوا تھا۔ یہ عجیب راز تھا۔ آسمانی راز۔ جنت کا راز۔ یہ راز کہی اسے بتایا ہی گیا تھا۔ قرآن شریف میں صوفیہ داؤد کا ذکر تھا۔ کیا مری اسی صوفیہ کو پیدا کر رہی تھی۔ مگر رقص بہ اس کا تو کہیں ذکر نہ تھا۔ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رقص کرتے ہوئے یہ رقص کائنات کا رقص۔ وہ اپنی آنکھوں سے کائنات کو رقص کرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ دیکھتا ہی رہا۔ اس رقص کے ختم ہونے کا سوال ہی نہ تھا۔ رقص یہ تھی القیوم کا رقص تھا۔

مورہن کی مرلیا بیجے۔ "مرلی کے دائمی راگ میں یہ آواز شامل ہوتی ہوتی سنائی دے۔ وہ چونک پڑا۔ گنا سے پر ایک مندر بنا تھا۔ اس میں سے یہ آواز آ رہی تھی۔ مندر خوشنما تھا اس پر گل بوٹے اور لائندہ صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ ملاح ناؤ کو کنارے لگا کر اتر گئے۔ اس نے بھی اترنا چاہا۔ ملاحوں نے اشارے سے اسے روکا۔ وہ کئی دنوا تھا مگر ہر دفعتے اشاروں سے ملاح اسے روکتے رہتے۔ آخر کو وہ نہ اترنا۔ ملاح مندر کے اندر گئے۔ مندر کے دروازے پر جو اس سے کافی اونچائی اور بلندی پر تھا۔ ایک جیسے نور نظر آئی۔

یہ کہاں سے آئی تھی؟ مندر میں سے نکلی تھی؟ زمین میں سے ابھری تھی؟ آسمان پر سے گری تھی؟ پہلی کی طرح چمک کر آئی تھی! بال کھلے ہوئے تھے یہی سیاہ ٹہنیں کمر پر پڑی تھیں۔ سفید مٹی جسم پر کسی پٹی ہوئی تھی جیہ نور کی نور معلوم ہو رہا تھا۔ مانتے پر سرخ سیندور کی بندیا لگی ہوئی تھی۔ برق جری سیاہ آنکھیں عجیب مستی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مہین گلابی ہونٹوں پر آفتابی مسکراہٹ نکلی رہی تھی۔ ابن مسلم اسے دیکھ کر کھو گیا۔ مسکراہٹ میں اس کرشمے کی روح نظر آئی۔ ابن مسلم کو محسوس ہوا کہ پوری کائنات مسکرائی۔ اس سے نہ ہانگیا۔ ناؤ سے اتر کر وہ اس کی طرف بڑھا۔ وہ پچھلے پاؤں کھسکتی ہوئی مندر کے دروازے کی طرف چلی۔ ابن مسلم بڑھتا گیا وہ

نوجو غزنی کاٹھ کے چلی جا رہی تھی۔ سر پٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے درمیان ابن مسلم کا گھوڑا بھی تھا۔ وہ سب کے ساتھ در در رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک بت کا نور۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس کی مسکراہٹ کے کرشمے کا نقش لے جا رہا تھا۔ اب اسے منوم ہو گیا تھا کہ "نوٹ کے آگے کیا معنی

نوجو غزنی کاٹھ کے چلی جا رہی تھی۔ سر پٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے درمیان ابن مسلم کا گھوڑا بھی تھا۔ وہ سب کے ساتھ در در رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک بت کا نور۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس کی مسکراہٹ کے کرشمے کا نقش لے جا رہا تھا۔ اب اسے منوم ہو گیا تھا کہ "نوٹ کے آگے کیا معنی

ہیں۔ "جانے والا" کسے کہتے ہیں اور "بالم" کیا ہے۔ اس کے کانوں میں وہ گیت گونج رہا تو
 آواز جانے والے بالم آلوٹ کے آ۔ کوٹ کے آ۔ "فوج نے جہاں میں گھوڑے ڈال دیئے۔ ان
 کے گھوڑے نے رخ بدل کر ہمارے ساتھ ترناتر شروع کر دیا مگر فوج کے ساتھ ہی دیا پار کرنا پڑا
 اس پار پہنچ کر پھر وہی گیت کانوں سے دل میں مارتا ہوا محسوس ہوا..... بچل..... راوتی..... سندھ
 کا بن۔ سب دریاؤں کو بار کوٹنے میں ہی حال ہوا..... درہ خیبر سے گزرتے وقت اسے یہ محسوس
 ہوا کہ وہ ایک بڑے قید خانے میں جا رہا تھا۔ جس کا دروازہ یہ تھا۔

فوج غزنی پہنچ گئی۔ غزنی اس کا دامن نہیں تھا۔ اس کا پلٹنے سے یہاں آیا تھا۔ دہلی ایران میں
 رہا تھا۔ برادار انصاری۔ اس سے پہلے مکہ وطن تھا۔ اس کا وطن کوئٹہ تھا۔ غزنی میں وہ
 پیدا ہوا تھا۔ مگر افغان اسے عرب کہتے تھے۔ اس کا باپ مرچکا تھا۔ وہ بھی سپاہی تھا۔ مال پہلے ہی مرگئی
 باپ کی افغان بیوی سے بچے تھے وہ اس سے بے تعلق تھے۔ غزنی میں اس کا کچھ بڑا تھا۔ وہ غزنی پھر
 دے گا۔ ہندوستان کو اپنا وطن بنائے گا وہیں شکم پر اسی مندر کے قریب رہے گا۔ وہ بت پھر زندہ
 ہو کر اس کے پاس آئیگی۔ وہ ہر آن سے بلاتی ہے۔ "او جانے والے بالم آ۔ کوٹ کے آ۔ کوٹ کے آ۔"

بچنے ساتھی سپاہیوں میں اس کا دل نہ لگتا۔ بارزاروں میں ہندوستان سے لایا
 ہوا مال خیریت کا ڈھیر لگتا۔ اسے دیکھ کر وہ دل میں کہتا یہ لوٹ کا مال ہے۔ ڈاکہ زنی اور زور
 پھیر کر آگے بڑھتا۔ ایک مقام پر ہندوستانی عورتیں بھی بیچی جاتیں۔ انہیں دیکھ کر
 وہ قس کھاتا یہ پیر سے ٹوٹے ہوئے پھولوں کی طرح مرجھائی ہوئی معلوم ہوتیں۔ اس
 کے سپاہیوں میں سے بہت سے حسین عین رنگیوں والے تھے۔ مگر ان کا حسن کھلایا ہوا
 نظر آتا۔ زمین۔ ہوا۔ ماحول بدلنے سے یہ ہو کھلانی ہوئی نظر آتی تھیں اس کے دل میں ایک
 بت تھی۔ کیا وہ اسے لے آیا تھا وہ برسانس سے بلاتی تھی۔ سوچا کہ کیا پھر مورد ہلا کر
 جائے اور پھر وہ شکم پر جائے۔

ایک دن وہ علامہ عمر البتونی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ علامہ منکر لگائے بیٹھے تھے۔

شاگرد و ذوالو سامنے تھے البتونی اپنی ہندوستان پر کتاب کی باتیں کر رہے تھے۔ اس کی غفلت
 کی ضرورت تھی۔ البتونی کی کتاب کی نقل کرنا اس کے لئے تسکین بخش مشغلہ تھا کبھی کبھی علامہ
 کیلے ہوتے تو اسے پاس بلا کر باتیں کوٹنے لگتے۔ وہ سوال کرتا۔ "اما پاروتی کے کیا معنی ہیں؟"
 علامہ سمجھاتے "اما ہمارا تو ایک لڑکی تھی جو ہندوئی کی پوجا کے لئے تارک دنیا ہو گئی
 تھی۔ ہمارا ہمارا کہتے ہیں۔ ہم برف کو کہتے ہیں۔ ہمالیہ برف سے ڈھکا ہوا۔ ہمارا برف
 کا ہمارا۔ تو آما ہمارا دیو کو پوجا کرتی تھی جو ہماروں میں گم ٹپھتے تھے۔ پاروتی کے معنی ہیں قوت
 کی دیوی ماسے پر اگرتی بھی شکتی بھی کہتے ہیں۔ لکھمی بھی کہتے ہیں۔ اما پاروتی ہمارا دیو کی پجاری
 اور دنیا کو پالنے والی۔ وہ گنگا جمن کے دو آب کی دیوی ہے۔ اس کے منہ جگہ جگہ لپکتے ہیں۔"
 "میں نے سنگم کے قریب اسے دیکھا"

"اُسے؟ تمہارا۔ دم! اس کا بت دیکھا ہو گا؟"

"حضور سے کیا عرض کروں۔ میں نے بڑے بڑے بال لوزانی چہرہ۔ بڑی آنکھیں
 اور مسکراہٹ سب کچھ ایک زندہ عورت میں بھی دیکھیں اور وہی عورت بت ہو گئی۔"
 "خیر وہاں خدا قات ہے۔ تمہارے اندر شاعر کی قوت تحلیل ہے۔ تم نے اسے زندہ دیکھ
 لیا..... خیر وہ بت بڑی چیز ہے۔"

"زحمت نہ ہو تو اس کے معنی بیان فرماؤں۔ مجھے اس سے بہت دلچسپی رہ گئی ہے۔
 "اچھا سنو ہندیوں کی بت پرستی تمہارے عربوں کی سی نہیں ہے ہندو لوگ فطری
 شاعر ہیں۔ ہر خیال کو تصویر میں بدل لیتے ہیں۔ رُب العالم میں بہت بڑا خیال ہے ہندو
 محض اپنے ملک کا رب دیکھتا ہے۔ جگ کا پالنا ہمارا جگ اس کے لئے کہیں اپنا گاؤں ہے
 کہیں اس سے بڑا خطہ پالنے والی عورتیں ہوتی ہیں۔ لہذا ایک دیوی تصور ہوتی ہے۔ اس
 کے سر کے بال پیدا اس کا اشارہ۔ اس کا سفید لباس دل اس کا نور و ج کا اشارہ۔ اس کی ٹخن
 بڑی سیاہ آنکھیں۔ اُف..... ان آنکھوں کو وہ شہد کی مکھی سے تشبیہ دیتے ہیں جو کنوارے

پھول کی پچھری پچھری شہد پی رہی جو کیا مطلب؟ آنکھیں زندگی کا اشارہ ہیں۔ جید و جہد
کوششیں۔ پھول میں سے دس نکالنا۔ کام میں مدت اور مسکراہٹ قیامت ہے۔ کائنات کی
شیاد یہ مسکراہٹ ہے۔ زندگی بجز اس مسکراہٹ کے کٹ ہی نہیں سکتی۔ اسے ہدایت کہو۔ چسپی کہو
سکون کہو۔ قلبیہ مدد کہو۔

ابن مسلم بخورشا۔ اور سرچا کہ اس بت پرستی میں کتنا لطف تھا۔ وہ پاروتی کے قصور
کو پوچھنے لگا تھا۔ جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو یہ تصور اس کے سامنے آجاتا۔ البرٹنی سے باتیں
کرتے ہیں اسے بڑی چسپی ہوگئی۔ اس نے سب گیتوں کے معنی سمجھ لئے جو اس نے سنے تھے۔ اس
نے کرشن کی مری اور نقش کے معنی بھی جان لئے۔ البرٹنی کی کتاب سے بھی اسے ہندویوں کی شادی
اور عقائد کے بہت کچھ معلوم ہوا اس نے دل میں اٹھان لی کہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن بنائے گا۔
وہ جوان تھا خوش رو تھا مندرست تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے لوگ اپنی لڑکھرائی
کی شادی کرنا چاہتے تھے مگر اس کے معاشرے میں زیادہ تر جوان بیوائیں تھیں جو کنوارے پر
بڑھوں سے بیاہی گئی تھیں اور شوہروں کے مرنے پر بڑھ ہوگئی تھیں۔ کنواری لڑکیاں سے بڑھے
شادی کہتے۔ ہرجوان کو چیلے ایک بیوہ ملتی پھر کہیں کنواریاں ملتی پڑتیں کئی بیوائیں اس کی
ناک میں تھیں وہ سب کے ساتھ شادی کر سکتا تھا مگر نہیں وہ ایک سے شادی کرنا چاہتا تھا! بابا
سے بھلا تم کہتے ہیں وہ محض تصور تھی نہیں وہ حقیقت تھی۔ اسی مندر کے پاس وہ کہیں رہتی۔۔۔
ہوئی۔ وہ ضرور اسے ڈھونڈ لے گا کاش سلطان محمود پھر فتوح پر حملہ کریں!

شاعر عزاؤ و جوتوں؟۔ کچھ لوگ اسے شاعر کہتے کچھ مجنون۔ مگر وہ شاعر تو تھا ہی نہیں۔
مگر انشعری کے شعور زبان زد خلائق تھے۔ بگولے پر شعر نہ بھاتے تھے۔ محمود غزنوی نے
غزنوی پانچ سو چار ہرات سے بھرا۔ کیوں؟ غنصری نے یہ شعر پڑھا۔
در قہر و یا شد صفت بر خجالت خود معترف
تا شہر لعلی از ابر کف شہر قاف و غنصر بار خجستہ

اس شعر میں کیا بات ہے سلطان کی سخاوت کی مدح۔ الفاظ معلوم ہوتا ہے کہ
کے پتھر ٹوٹ رہے ہیں۔۔۔ گھر گھر آتی دلیا کاری۔۔۔۔۔ آفت۔۔۔۔۔ کیا سماں ہے سماں
کا مہینہ بادلوں کا گھر کر آنا۔۔۔۔۔ انکا پاروتی۔ الفاظ میں کیا نرمی ہے۔۔۔۔۔ وہ آب کی نرمی
مگر گلاب کا نرم غرام۔۔۔۔۔ جوہن کی مرلیا ہے۔۔۔۔۔ وہ قیامت کی مرلی۔ آفت اس میں کیا
رنگ تھا۔۔۔۔۔ او جانے والے بالم آ۔۔۔۔۔ لوٹ کے آ۔۔۔۔۔ انکا پاروتی مجھے خود بارہی ہے۔
ہندوستان کی روح عاشق ہے میں معشوق ہوں غنصری کی شاعری کچھ نہیں۔ وہ ایسا شاعر نہیں
ہونا چاہتا تھا۔

اور فردوسی شاہنامہ جو لکھ رہے تھے۔ فردوسی کا محل اور باغ پلائی ایرانی تہذیب کی ہر
چیز سے سجھے تھے کوئی چیز اسے اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے دادا بھی عرض طوس میں آگیا ہے
تھے۔ امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ مگر وہ عرب تھے۔ آل رسول تھے ساسانی بادشاہوں کو اس
فوج نے ختم کیا تھا جو خلیفہ وقت عمرؓ کے دوران خلافت میں اس کے جد علی رضی اللہ عنہ کی فوج
ساسانیوں کا بیش بہا شہر راج اس کے جد نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ فردوسی اس تہذیب کی
غفلت دکھانے چلا ہے۔ اس میں کچھ ساسانی خون ضرور تھا۔ امام حسینؑ کی شادی شہزادی
شہزادہ سے ہوئی تھی۔ علی ابن الحسینؑ آئے ایرانی تھے وہ خون اس تک آیا تھا مگر نہیں وہ
ساسانیوں کے آشکدوں کو ختم کرنے والوں میں سے تھا۔ اسے شاہنامہ بالکل اچھا نہیں لگتا
تھا۔ ہم کے فرضی کا ناموں کے بجائے وہ اپنے جد علیؑ کے شہر خوار کے کارنامے کیوں نہ بیان
کرے۔۔۔۔۔ مگر یہ شاعری اس کے بس کی چیز نہ تھی اور وہ ہندوستان والی شاعری؟ اسے ہندوستانی
کے حرف تین جملے ہی تو آتے تھے۔

شاعری کو خیر باد۔ وہ سپاسی ہی رہے گا۔ محمود ابھی کب فوج کشی کرے گا!!
سلطان محمود نے پھر فوج تیا کی۔ اب کی وہ سونمات پر حملہ کرنے جا رہا تھا سونمات
فتوح سے کہہ رہے کبھی دور رہے؟ ابن مسلم نے دریافت کیا۔

• لاہور سے جنوب کے رخ •

• گنگا جنا۔ دو آب •

• وہ کہاں! سومات قنوج سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ غزنی سے قنوج •

وہ نہ جائے گا۔ وہ البروتی کی کتاب لکھ رہا ہے۔ البروتی سے کہہ کر سلطان جیسے ہیں
لکھنے کا حکم لے لیا۔ عتقہری کے قصاب کی نقل میں مصروف ہو جائے گا۔ عتقہری اسے سلطان
سے مانگ لے گا۔ وہ جائے گا تو وہی گنگا جتنا کہ دو آب۔ انا پاروتی کی بستی سلطان حملوں کے
بعد تھلے کر رہا۔ مگر ابن مسلم قنوج کے ساتھ جانے سے بچتا ہی رہا۔ غزنی حکومت ختم ہو گئی۔ غزنی
ختم ہو گیا۔ وہ سلطان مغز الدین غوری کی قنوج میں آ گیا۔

محمود غوری کے پہلے حملے میں بارگروہ بھی بھاگ آیا تھا مگر دوسرے حملے کے لئے اس نے
بھی بڑی تیاری کی تھی۔ تیرہ تین کے مقام پر فتح کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھتا گیا تھا اور دہلی
پر قبضہ کرنے والے دستے میں تھا۔ محمود غوری دہلی کی حکومت اپنے غلام قطب الدین ایبک کے
سپر دیکھ چلا گیا تھا۔ بہت سے سپاہی اس کے ساتھ گئے تھے۔ ابن مسلم نے اپنی مرضی سے ایبک
کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ ایبک نے انتظام سنبھالنے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد دو آب پر قبضہ کر لیا
پاپا۔ ابن مسلم کے دل کی مراد آ گئی اس کام کے لئے جو قنوج روانہ ہوئی اس میں سب میں پہلے
شامل ہونے کی اس نے درخواست کی۔ حد سے زیادہ شوق کے ساتھ وہ دو آب کے راجاؤں کو
ختم کر رہا تھا۔ وہ اپنے دستے کا سردار تھا۔ اس کے سوا راجپوتوں کو روندتے ہوئے پریاگت
ہوئے تھے۔ سنگم کے پاس پریاگ کے قلعہ کو اس نے دار الحکومت بنایا۔ سلطان قطب الدین ایبک
نے اس کے تقرر کا فرمان جاری کر دیا۔

انتظام کے سلسلے میں وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے پیچھے سپاہیوں کا ایک دستہ لیکر
سنگم پر آ کر کھڑا ہوا۔ ترمذی کا خط مستقیم اس کے سامنے دوڑا۔ کھینچتا چلا جا رہا تھا۔ ایک دن
وہ اسے دیکھنے آیا تھا آج وہ اس کا مالک تھا۔ سلطان کے حکم کا تابع ضرور تھا مگر زیادہ تر

حکم اسی کا تھا۔ موج البحرین یلتزمین۔ بین ہما برزخ لا یبغضین۔ قبا تیا الاع
وہ گنگا جتنا کہ بن اسے اس آیت کو پڑھ کر خیال آیا۔ یہ نعمت بالکل اس کی تھی۔ وہ اس کی سیر
ہی نہیں کر رہا تھا۔ اللہ کی قدرت کا کرم ہی نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اللہ نے اسے اس کا مالک
بھی بنایا تھا۔ یہ جنتیں اب اس کے تھے۔ تمام لوگ اس کے حکم کے تابع تھے۔ برہنہ کے عالم
میں آ کر پھر قبا تیا الاع رب مکا جتنا کہ بن۔ پڑھنے لگا۔

سنگم کی لیکر دوڑ تک چلی جا رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ صدیاں طے کر رہی تھی۔ کہاں پہنچے
گی؟ کہاں ختم ہو گئی؟ یہ حد نظر سے باہر تھا۔

اس لئے گھوڑے سے اتر کر شکرانے کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد قرآن شریف شروع
کیا۔ اس آیت پر پہنچا و بشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنت تجری
من تحتھا الانهار کثرا رزقوا منها من ثمرة یوقاوا قالوا هذا الذی
ورقنا من قبل و التوا یہ منشأ بصل و لهم فیہا ازواج مطہرات وہن
فیہا خالدون اس نے چاروں طرف دیکھا۔ گنگا جتنا کہ لہریں اس کی تھیں جنت
اس کے تھے ثنواۃ اس کے تھے مگر ازواج مطہرات۔ انا پاروتی۔ انا پاروتی کہاں
اسے ڈھونڈنا ہے کنت کنت رخصتہ مخفیۃ

(۲)

۲

اما پاروتی حقیقت تھی یا محض تصور میں نے اسے حقیقت ہی دیکھا مگر وہ غائب ہو گئی اور اس مندر کی موروثی بالکل اسی کی سی تھی۔ میں اس مندر تک تو پہنچ سکتا ہوں مگر اب میں حاکم ہوں ایک دیکھ کیسے جاسکتا ہوں۔ ہر وقت یہ سپاہی میرے ساتھ ہیں۔ کیا زندگی ہے؟ صبح اٹھ کر سپاہیوں کی دیکھ بھال۔ پھر دربار میں ہر قسم کے مقدمے فیصلہ کرنا۔ یہ سپاہی کبخت عورتیں اٹھالائے ہیں ہر ایک کے پاس چار چار تو ضرور ہو گئی ہونگی۔ چار ہونا ضروری ہیں کیا خوب! حکم چار تک کا ایک ساتھ ہے مگر ان کے لئے پوری چار کا حکم ہے۔۔۔۔۔ ان عورتوں کے عزیز فریادے کراتے ہیں! کیوں؟ ان کے حساب سے یہ عورتیں نہیں ہو چکیں ہیں ان کو واپس لے جا کر کیا کریں گے؟ کوئی واپس نہیں لے جاتا۔ عورتیں خود واپس نہیں جاتی سب مسلمان ہو گئیں۔ مجھے بھی کیا کیا حسینائیں نہیں پیش کی گئیں مجھے اچھی لگیں مگر نہیں مجھے اور ہی کوئی چاہیے۔ اما پاروتی۔ کہاں تو ملے گی۔

اُس نے پلٹ کر دیکھا سپاہی اس سے کافی دور پیچھے آ رہے تھے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ سادوں کا مہینہ تھا! زندگی پڑنے لگیں۔ اس نے گھوڑا بڑھایا یا اس کا گھوڑا بھی عرب نسل کا تھا اڑ لگاتے ہی سر پٹ بھاگ نکلا۔ سپاہی بھی اس کے پیچھے دوڑے

مگر وہ بہت آگے تھا اور اس کا گھوڑا بہت تیز تھا وہ ان سے دور ہی ہوتا گیا اور ہی ہوتا گیا۔ پانی دیر سا دھار بہنے لگا۔ آسمان پر کبلی کر کی ایک درخت پر گری۔ درخت جیتے لگا عجیب بھیانک سماں! اسے سورہ رعد یاد آیا۔ یَعِیْجِ الْقَدْلُکَ یَحْمَدُ ۝ وَالْمُلُکُ مَن جَنَّتْ شَیْبَہُ یَرْفَعُا ہوا وہ چلا ہی گیا۔ گھوڑے کی رفتار تیز ہوتی ہی گئی۔

مگر پاروتی کے اس مندر تک وہ کیسے پہنچے گا۔ مندر تو دریا کے کنارے نہیں تھا۔ سہ دریا کے کنارے ہی چل کر لگ سکتا تھا مگر وہ چلا ہی جا رہا تھا۔ پانی برس رہا تھا۔ وہ شاید ہو گیا تھا مگر وہ چلا جا رہا تھا۔ وہ ہرن کے شکار کو نکلا تھا سرخس متعجب ہو گیا۔ پانی مار رہی ہوئی دکھائی دی تھیں مگر اس نے تیر جانے کا خیال بھی نہیں کیا تھا۔ اب اسے یہ جو صورت نہ تھا کہ وہ کہاں پہنچا اگر پلٹنا تو کدھر جاتا؟ چلتے نہ بنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

سہ پہر کو بادل چھٹے۔ سورج ڈھلنا ہوا دکھائی دیا۔ وہ چلا ہی گیا۔ غائب کے قریب وہ ایک گاؤں کے پاس پہنچا۔ اس نے گھوڑا روکا۔ گاؤں کے کنوئیں پر جا کر کھینچا۔ ایک پانی پانی بھر ہی تھی جس نے لمبا سا گھونگھٹ نکال لیا مسلم نے پانی مانگا۔ پنہیا دی۔ نے ڈال دیا۔ پانی ڈالا اور مسلم نے اوکھ سے پیا۔ پنہیا ری نے کہا۔ "تم ترک ہو۔" میں پاروتی کے مندر کی تلاش میں نکلا ہوں۔ تم جانتی ہو؟

کیا مندر توڑ ڈالو گے؟

اس میں میری اما پاروتی ہے۔ اسے ڈھونڈنے نکلا ہوں میں۔ میں توڑنا ترک توڑتے ہیں۔ میں عرب ہوں۔

پاروتی کا مندر ادھر نہ دیکھا تو اسے ہے۔ گنگا جی کے کنارے۔

ہاں ہاں وہی! ابن مسلم نے خوش ہو کر کہا۔ مجھے وہاں پہنچاؤ اور تو ایک مندر۔ ایک تنگ! اچھا میں اپنے لڑکے کو ساتھ کئے دیتی ہوں۔ ایک تنگ! ایک تنگ! ابن مسلم نے فوراً اسے ایک تنگ دیا اور اس کے پیچھے پیچھے گھوڑے کی کمر باندھ

جسے جلا گاڑی سے ایک گیت کی آواز آرہی تھی پہلی جہیوں سپاہی کے سنگ ترسے گھوڑوں
کئی دفعہ پیس کی گھوڑیں یہ بول آیا: یہ چند دستاویز تھیں خود ہمارے سپاہیوں کے ساتھ چلے گئے
گرتا رہیں اس نے سوجھا "ٹھیک ہے یہ چند دستاویز تھیں خود ہمارے سپاہیوں کے ساتھ چلے گئے
پہلیاں کا لڑکا اس کے ساتھ چلا وہ گھوڑے پر بیٹھ گیا اور قدم قدم چلا۔ لڑکے نے میر
انکا اس نے دے دیا کچھ ہی دیر کے بعد لڑکا کا پاٹ دکھائی دیا۔ وہ اپنے گھوڑے کو دیکھ کر مندر تھا جس پر
اس نے انا پاروئی کو جاتے دیکھا تھا اس نے لڑکے کو واپس کر دیا مندر کے دروازے پر لڑکا اس
سے اندر دیکھا پاروئی کی مورچہ بالکل اسی طرح گھڑی تھی جیسی کہ تونج پر حملے کے وقت اس
سے دیکھی تھی۔ وہی لہجے بال وہی مست آنکھیں۔ وہی دائی مسکراہٹ۔ مندر کے اس پاس
کئی نہ تھا۔ وہ ابھر اُدھر دیکھ کر مندر میں گھس گیا۔

☆ وہ مورچہ کے سلسلے ٹھانوں پر ٹپک گیا۔ ہاتھ تڑسے آنکھیں بند کر کے سکوت میں گیا۔
اس کے کان میں آواز آئی۔ "اُدھانے والے بالم آ۔ لوٹ کے آ۔ لوٹ کے آ۔"
"میں لوٹ آیا" اس نے چونک کر کہا۔ آنکھیں کھول کر مورچہ کو دیکھا مورچہ کی آنکھیں
بھی مسکرا رہی تھیں۔ ان میں حرکت ہوئی مسکراتے ہوئے ہونٹوں میں بھی حرکت ہوئی اور آواز
آئی۔ تم آگئے میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔

"میری آنکھیں بھی اس دن سے تم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔"

"وہ دن۔ ہاں تم نے مجھے اس دن دیکھا تھا۔ مگر میں نے تم کو صدیوں پہلے دیکھا تھا۔
پسند کر لیا تھا تم اُدھر سے گزر رہے تھے تو میں بھی تڑپ کر باہر نکل آئی تھی مگر تمہارے آنے کا وقت
نہیں آیا تھا۔ مجھے دو سو برس انداز انتظار کرنا تھا۔ اب تم آگئے۔"

"اے تمہاری محبت مجھے یہاں لے آئی۔ میں دوا آب کا حاکم بنا تمہارے ہی لئے۔"
"میں سب جانتی ہوں۔"

"یہ بھی جانتی ہوگی کہ تمہارے بغیر میں نہیں جی سکتا۔"

"اور مجھے بھی خواب تمہارے ساتھ ہی رہنا ہے۔"

"تو پھر آ جاؤ میرے ساتھ۔"

"ہاں تمہارا گھر مجھے اس جگہ کی ہے آ۔"

ابن سلم گھبرا ہوا گیا۔ اس نے انا پاروئی کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اس کے مسکرتے
ہوئے ہونٹوں پر بوسہ دیا کیا تو دیکھا گھوڑا مندر کے دروازے میں سرگٹے ہوئے بڑے غور سے
دیکھ رہا تھا وہ گھوڑے کی طرف بڑھا۔ گھوڑا انہوشی سے جھٹکا۔ پاروئی کو کندھ سے اٹکا
ہوئے وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے کی ران پر ہاتھیں ہاتھ میں سیٹ کر لسی ہاتھ پر اس نے انا
کو بھی لٹکایا۔ گھوڑا ایڑ پٹاتے ہی چل دیا۔ وہ انا کی صورت دیکھنے میں موقوف نہ ہوا چلا جا رہا تھا
برسات کے بادل آسمان پر رنگ برنگی ٹکڑوں میں نمایاں ہو رہے تھے۔ گنگا بہہ رہی تھی
باروں کے ٹکڑوں کے سفید پانی کو رنگ برنگی نقش دے رہے تھے ابن سلم پاروئی میں سوجھا
جا رہا تھا۔

رات جا چکی تھی جب وہ اپنے قلعہ کے پھاٹک پر پہنچا۔ محافظ نے اس کی آواز پہانی
پھاٹک کھولا۔ اس کے ساتھ اس کی عبا میں لٹی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔
نے دریافت کیا "میرے ساتھ کے سپاہی سب واپس آگئے؟"

"جی آگئے سب پریشان ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے۔ سب صبح کو تلاش میں نکلے ہوئے
ان سے کہہ سہم گئے اور قاضی صاحب سے کہہ فوراً تیار ہو کر ہمارے محل میں آئیں۔
سب آئیں۔ ہمارا نکاح ہو گا۔"

اس کے محل میں روشنیاں جل رہی تھیں۔ فوراً ہی اودر روشنیوں کا انفرام ہو گیا
انا پاروئی کو سونے والے حصے میں لٹا کر وہ بیٹھنے والے حصے میں آیا۔ یہاں فرش بچھا ہی تھا۔
اس کے سب سپاہی جس ہو گئے قاضی آکر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ قاضی نے کہا "عورت ہندو
ہوگی انا پہلے اسلام میں لے آنا چاہیے۔ پھر نکاح ہو گا۔"

۲۶
 "وہ مسلم ہی ہے اس سے دریافت کر لیجئے۔"
 "نام کیا ہے؟"
 "انا پاروتی۔"

"مسلم نام دوسرا ہونا چاہیے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے اس کی زبان عربی نہیں اس کا نام عربی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ نام اس کا بھی رہے کوئی فرق نہیں پڑتا دین اس کا اسلام ہمیشہ سے ہے۔"

قاضی صاحب نجب سے ابن مسلم کو دیکھتے رہے اور کچھ نہ کہہ سکے۔

☆ انا پاروتی کے پاس سپاہیوں کی تمام بیویاں آگئی تھیں۔ وہ اس دہری کی صورت تھی جس کو وہ لوگ پوجتی آتی تھیں۔ وہ سب اس کے سامنے جھک گئیں اور اس کے لئے ہر نعمت کو تیار ہو گئیں۔ اس کو ہر طرح سے دولہن بنا دیا گیا۔

قاضی صاحب اس کے پاس آئے اور پوچھا۔ "انا پاروتی آپ مسلم ہیں۔"

"میں ہمیشہ مسلم تھی لا الہ الا اللہ میرا ہمیشہ سے قول اور عقیدہ تھا۔"

"اور محمد رسول اللہ کی بابت؟"

"جب سے رسول اللہ کا ظہور ہوا میں ان کو بھی ماننے لگی۔"

"آپ کس بت کو پوجتی تھیں۔"

"میں نے کبھی کوئی بت نہیں پوجا۔ اگر مجھے لوگوں نے بت بنا کر پوجا تو میری خطا نہیں ہے۔"

"تو آپ کو مسلم مان لیا جائے۔"

"میں آج کے دن کی منتظر تھی جبکہ میں مسلمان میں شامل ہو جاؤں۔"

"اچھا تو بتائیے کہ آپ اپنا نکاح ابن مسلم کے ساتھ بالعوض ہر شرعی قبول کرتی ہیں؟"

"اس کے لئے میں کسی صدیوں سے منتظر تھی۔"

قاضی صاحب کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ کہہ گئے۔ یہ عورت کوئی جوازا دین سے ہے اور اب ان کی تمہیں یہ بھی آگیا کلاس کے اثر سے ابن مسلم بھی یہی کہتی ہیں کہ باقاعدہ غرض وہ باہر آگئے اور محل کے سامنے نکاح کا صیغہ پڑھ دیا۔ روزمرہ کی طہارت و ستر خوان بچا سب نے کھانا کھایا۔ اندر بھی ایک الگ دعوت ہوئی۔

آخر میں ابن مسلم اپنی بیوی کے پاس آیا۔ دونوں کھڑکی پر کھڑے ہو کر دریا کی طرف دیکھتے رہے۔ اکدم سے ابن سلم نے باہر آکر حکم دیا کہ اس کا بچہ تیار کیا جائے۔ سب متعجب ہوئے سب کو اب یقین ہو گیا کہ وہ پائل ہو گیا۔ مگر حکم سے انکار کا سوال ہی نہ تھا۔ بچہ پائے والے باغ تیار ہو گئے۔ وہ پاروتی کو گود میں لئے ہوئے آکر بچہ کے سر کے عرشے میں بیٹھ گیا اور ماتوں کو منہ پر کر تیزی پر بچہ اچلا میں۔ رات بھر بچہ اسٹیم کی لکیر پر چلتا رہا اور ابن مسلم و انا پاروتی ہم خوشی سے صبح کو ابن مسلم کی ہندوستان میں زندگی مکمل ہو کر ایک خاص ڈھنکے پر چلنے لگی۔ ابن کی انتظامی مصروفیات میں کوئی خلل نہ آیا بلکہ اس کے ذہن میں استعصال پیدا ہو جانے کی وجہ سے یہ سب کام بھی بہتر چلنے لگے مگر خالی وقت کو شکار وغیرہ میں گزارنے کے بجائے وہ اپنی بیوی کے پاس صرف کرنے لگا۔

اب محسن بختیار غلہ نے بہار اور بنگال بھی فتح کر لئے تھے سلطان قطب الدین ایبک نے اجمیر اور سندھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ بنگالیکھنڈ اور بھارت کے حصے بھی دہلی سلطنت میں آ گئے تھے۔ مسلم حکومت پورے ہندوستان پر قائم ہو گئی تھی سلطان قطب الدین ایبک کو سب سے زیادہ فکر پنجاب کی تھی کیونکہ غزنی کا بادشاہ اس کا دعویٰ دار تھا۔ اس لئے وہ زیادہ تامل و ہیر میں رہتا۔ دہلی سے مشرق کی طرف کے علاقوں کا اسے کوئی زیادہ خیال نہ تھا۔ ابن مسلم کا بادشاہ سے تعلق خراج روانہ کرنے سے زیادہ نہ رہا۔ وہ اپنے صوبے کا مقطع تھا اور اس کو نمک ابن مسلم کہا جاتا۔ اس نے اپنے صوبہ کے متعدد حصے کر دیئے تھے جن میں سے ہر ایک ایک فوجی سردار کے ماتحت تھا۔ اس سردار کے ساتھ ایک قاضی قانونی مسائل کو فیصلہ کرنے کیلئے

اور ایک محاسب قسّم کے مالی کھول کے لئے ہوتا تھا۔ گاؤں کے لئے انتظام میں کوئی فرق نہ لایا گیا تھا۔ گاؤں کا ٹھیکہ محاسب سے متعلق ہو گیا تھا اور پنچائوں کو آخری فیصلے کے لئے نہیں کی طرہ توجہ کرنا پڑتی تھی ابن مسلم کے فیصلے میں فرائض یہ تھے کہ وہ خیر کی دیکھ بھال کرے۔ روزِ جمعہ نماز کے بعد وہ خیر کو قواہر کراتا۔ پھر کچھ عرصہ چاشت کا ہوتا۔ اس کے بعد ایک وقت دربار کے لئے بھی مقرر تھا جس میں مستود اور خزانہ کے امور اس کے سامنے پیش ہوتے اور وہ ان پر احکام جاری کرتا۔ ظہر کی نماز تک دربار جاری رہتا۔ ظہر اور عصر کے درمیان وقفہ رہتا جو وہ پاروتی کے پاس گزارتا عصر سے مغرب تک بیڑی کاموں میں صرف ہوتا۔ گشتِ قرب و قریب روزِ کربلا سپاہیوں کو مشقت کے کام دینے جاتے اور ان کی دیکھ بھال بھی گشت کے وقت ہو جاتی۔ گاؤں اور شہروں میں گشت کے لئے بھی یہی وقت تھا۔ اکثر وہ گاؤں سے گزرتا تو کوئی داد دیتا اور وہ اس کا کام نکال دیتا۔

رات کے وقت ہر طرح حفاظت کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ ڈاکوؤں سے برا خطر تھا۔ ڈاکوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کو ختم کرنے کے لئے مرکز سے جنگلوں کی صفائی کا حکم دیا گیا۔ بہت سے جنگل جلا دیئے گئے اور بہت میں لکڑیاؤں کے ساتھ فوج کے سپاہی بھی درخت گیلنے میں مصروف رہتے۔ ڈاکوؤں کے جہیوں کو توڑ دیا جاتا اور ان کو گھروں میں رہ کر صاف شدہ زمین پر کاشتکاری کرنے کی سائنیاں ہم پہنچائی جاتیں۔ بہت سے نئے گاؤں وجود میں آئے جن میں مرکزی گھر کسی مسلم سپاہی کا تھا اور باقی آبادی ہندوؤں کی تھی۔ یہ سپاہی زمیندار کی سی حیثیت رکھتا تھا اور باقی لوگ اس کی رعایا تھے۔ زمیندار کی بڑی عموماً نو مسلم عورت ہوتی تھی جو اسلام قبول کر لینے کے باوجود ہندو معاشرت اور رسم و رواج کی پابند ہوتی تھی اور اس لئے گاؤں پھر کی عورتیں اس کو اپنی سرپرست سمجھتی تھیں۔

ابن مسلم کی بیوی بھی ایک عاملِ ہمت اختیار کر گئی۔ کل کا آدھا حصہ اس کے قبضے میں آیا تھا۔ اس کو اس نے قاتلوں کے ذریعہ بہت سے حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ میں

تمام تھا اور وہ روزِ جمعہ حمام ضرور کرتی۔ ابن مسلم کو بھی حمام کی عادت چلنے لگی تھی سالانہ حمام کی عادت کے سلسلے میں اکثر وہ حمام غائب کر جاتا۔ ایک حصہ باہر کی خانہ ہو گیا تھا جس میں کافی عورتیں ہندوستانی کھانے پکاتیں۔ اب تک مسلم خریدی ہوئی اور جتنا گوشت کھانے کا عادی تھا مگر اب وہ چھپاتی شرکاریاں اور ہر قسم کے خندہ ستاق کھانے بھی کھانے لگا تھا۔ پاروتی سالانہ وار کھانا نہیں بہت کھاتی ابن مسلم بھی ان کو چھینے لگا تھا۔ ایک حصہ کپڑوں کے لئے غصہ میں ہو گیا تھا۔ یہ متعدد کپڑوں کے کام کرنے والیوں کے حوالے تھا۔ پاروتی خود کپڑے بناتی اور بیٹی کرتی اور بیٹی ابن مسلم نے عبا پہننا چھوڑ دیا تھا۔ بقا کو کافی چھوڑا کر دیا تھا اور اس میں بند لگا دیئے گئے تھے۔ جمائے کی جگہ صاف یا محض ٹوپی نے لے لی تھی۔ گرمیوں میں وہ نہیں سوتی کپڑے کے کرتے بھی پہنتا تھا اور مہین کپڑے کی ٹوپی بھی۔ پاروتی اکثر اس کو انگر کھا بھی پہناتی اور وہ پس کو خوش ہوتا۔ محل کے سامنے براؤن باغ تھا جس میں ہر قسم کے پھل تھے اور ایک نہر تھی جس میں شگم سے پانی آتا۔ شگم کو ابن مسلم اور پاروتی اس کی زیرتے نہر پر چھوٹی نشی کھیت چاندنی راتوں میں رات رات بھر اسی باغ میں گزرتے۔ پاروتی کو بہت گیت یاد تھے۔ اور وہ ہر قسم کے باجے بجانا بھی جانتی تھی۔ اسے ناچ بھی آتا تھا۔ ابن مسلم اس کو لگاتا بجاتا بجاتا دیکھ کر جہد میں جاتا۔ اُسے اٹھا لیتا۔ اُسے اچھالتا۔ اُسے سینے سے لگائے ہوئے کسی بچے جیسے سلتے میں غائب ہو جاتا کسی گھاس کے ٹکڑے پر گر جاتا۔ اکثر جمع کو پاروتی گھوڑے کی سواری کرتی اور ہتھیار چلانے کی بھی مشق کرتی۔ شہزادوں میں وہ ابن مسلم کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے پر نظر آتی اس کا منہ لٹھکا ہوتا مگر وہ گھوڑے پر ڈٹی ہوئی بیٹھی ہوتی اور شہسوزی کی مثال ملتی ہوتی۔ ابن مسلم کے ساتھ وہ گھوڑا دوڑاتی اور ابن مسلم جان بوجھ کر اس سے ہار جاتا۔ اس نے بہنوں پر تیر چلانا بھی سیکھ لیا تھا اور نشانہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔

اس کے اسی طبقہ دن گزر رہے تھے کہ ایک دن خبر آئی کہ سلطان قطب الدین ایبک جوگان کیلئے کیلئے گھوڑے پر سے گرا اور مر گیا۔ لاہور کے فوجی سرداروں نے اس کے لئے پاکب سیٹے

آرام شاہ کی دوا شاہی کا اعلان کر دیا کچھ ہی دور کے بعد ایک سوار شمس الدین صوبہ دار بدایوں کا خط لے کر آیا۔ اس کو پڑھ کر ابن حزم نے فوراً فوجی لباس پہنا اور اپنے دستے کو تیار کر کے روانہ ہوا۔ بدایوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بدایوں کے صوبہ دار شمس الدین شمس نے آرام شاہ کو ماتھے سے اٹھا کر مارا ہے اور سب صوبہ داروں سے دوا لگی ہے۔

”مگر تم آرام شاہ کے بھائی شمس کے ساتھی کیوں بن رہے ہو۔“
 ”شمس سب سے زیادہ ہوشیار اور قابل شخص ہے وہ حکومت حاصل کر کے رہے گا۔“
 ”اس کے خلاف جاکے گا اس کی خیر نہیں۔“
 ”مگر یہ سلطان کا ہوتا کون ہے۔“
 ”غلام بخارا کا بھتیجا والا تھا قطب الدین نے اسے خرید لیا تھا۔“
 ”اور آرام شاہ تو بیٹا ہے۔“

”بنایا ہوا بیٹا۔ مگر تم نہیں دیکھتے قطب الدین بھی محمد غوری کا غلام تھا قابلیت خاص چیز ہے۔“

”مگر قابلیت ثابت کرنے کے لئے ہر بار جنگ ضرور ہوگی۔“
 ”یہ تو جوتا ہی آیا ہے ہماری تاریخ میں۔“

”ہاں ہی ہوتا چلے گا۔ مگر ہے یہ غلط۔ تباہی۔ کوئی قانون کوئی قاعدہ ہونا چاہیے۔“
 ”جیسے دو۔ تم سب انتظام مبنیہ لٹائیں چلا۔“

ابن حزم اپنی فوج کے ساتھ بدایوں پہنچا۔ یہاں شمس الدین کے ساتھ بہت سے سردار مع اپنی فوج کے ملے۔ کثیر فوج نے دلی کی طرف کوچ کیا۔ دلی کے اند تمام سرداروں نے پہلے ہی شمس الدین کو سلطان بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ فوج شہر میں داخل ہو گئی اور قلعہ میں شمس الدین شمس بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوا۔

قد مگر دن اس نے دبا یہ خاص کیا۔ ایک بڑے سے بڑے میں جس میں کوئی سجاوٹ

دھنی ایک طرف اور چائیت بکھا تھا اس پر سلطان جلوہ افروز ہوا۔ اس کا لباس سادہ تھا۔ سر پر تاج بھی نہ تھا لباس کے چہرہ پر وہ رعب تھا جو سب سے ممتاز کرتا تھا۔ اس کے داہنے اور بائیں ایک قطار میں نیچے تختوں پر چالیس سردار بیٹھے تھے۔ یہ سب محمد غوری یا قطب الدین کے صوبہ نظام تھے ان میں سے ہر ایک تجربہ کار سپاہی اور شہنشاہان کے چہروں کی جڑواری ان کی علویت کا پتہ دیتی تھی۔ ساتھ تمام صوبہ دار اور سردار بیٹھے تھے ایک طرف ایک تخت شاہ قطب الدین تختیار کا کی بیٹھے تھے۔ لوزانی چہرہ لمبی سفید دڑھی نکھیں چڑھی ہوئی، لب پر سفید جاری ہاتھ میں تسبیح تھی ان کے پاس زمین کے فرش پر مورخ نامہ صری منہاج السیر۔ مورخ شہر نگار صدر الدین محمد بن حسن نظامی۔ مورخ ادب نیر الدین عوفی۔ شاعر نامہ صری مدحانی۔ قہرہ بدایونی بیٹھے تھے۔ باہر فوج آراستہ کھڑی تھی۔

سلطان شمس الدین کے پاس حضرت قطب الدین تختیار کا کی تشریف لائے سب اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے سلطان کے سر پر ہاتھ رکھ کر تاورت کلام پاک کی۔ پھر جاکر اپنے تخت پر بیٹھ گئے۔ سب نے سورہ المائد پڑھی۔ نامہ صری نے قنیدل لوزانا اس نے مطلع اٹھایا:

اے نقشہ از نہیب تو ز ہمار خواستہ
 تیج تو پیل و مال ز کف ز خواستہ

محفل و ہمیں آگئی قصیدہ تری پش شہریں کا تھا سلطان نے فی شعر ایک ہزار نیک کا انعام دیا۔

پھر سلطان نے اپنے چالیس ساتھیوں کے نام لئے اور کہا کہ ان حکومت ان کے ہاتھ میں ہوگی اور ان ہی کی رائے سے تمام کام ملکہ انجام ہوں گے۔ ان ہی کو سلطان کے انتخاب کا بھی حق ہوگا۔ پھر قاضی شہر صدر الصدوق کو وال شہر کے تقرر کے لئے نام پیش ہوئے اور مجلس شمس نے انھیں منظور کیا۔ دعوت ہوئی اس میں کوئی نشان نہ تھی۔ فوج میں انعامات تقسیم ہوئے اور غزب کیسے لنگر جاری کیا گیا۔

دربار سے اٹھ کر ابن مسلم شہر کے اندر آیا۔ دلی دیکھ کر ہوسٹا سے عرصہ ہو گیا تھا شہر بڑھ رہا تھا اور صنعت و حرفت کا مرکز ہو رہا تھا بازار بہت بڑھ گیا تھا اور اس میں ہر طرح کے کاروبار کی دکانیں تھیں کپڑے کی تجارت زیادہ فروغ پرتی مختلف قسم کی آرائش کے سامان بھی تیار ہوتے تھے۔ اُمراء نے بڑے بڑے محل تعمیر کرائے تھے جن میں عیش و تفریح کے سامان ہوتا ہوتے جاتے تھے۔ وہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مریدوں کا کافی جمع تھا۔ جمعرات کی رات کو سماع میں بھی شریک ہوا غزلیں گائی گئیں لوگ حال میں آئے قریب ہی قطب مینار پر بھی چڑھا۔ ہندو راجاؤں کے زلنے کی منزلوں پر تین ٹکی مندریں تعمیر ہو رہی تھیں۔ دوسری طرف ایک اور مینار کی بھی بنیاد رکھی جا چکی تھی جس کو اس مینار سے تنگنا اونچا بنانے کا ارادہ تھا۔ قطب مینار کا چبوترہ پورا ہو چکا تھا اور اس پر کچھ محرابیں بھی کھڑی کی جا چکی تھیں۔

وہ منہاج السلاطین سے ملا جو معلومات حاصل کرنے کے لئے سفر کرنے والے تھے۔ اس نے عرض کی کہ حضور پریاگ میں غریب خانے پر ضرور تشریف لائیں۔ انھوں نے آئے کا وعدہ کیا اور کہا "طبقات ناصری کے لئے آپ کے یہاں بہت مواد مل جائے گا۔"

وہ صدر الدین محمد بن حسن نظامی سے بھی ملا۔ وہ منظر قدرت کے بڑے دلدادہ تھے۔ سنگم کا حال سن کر بے اختیار لے "تاج المعاصرین میں سنگم کا بیان ضروری ہے میں ضرور آؤں گا۔" شاعروں سے ملنے کو اس کا جی نہ چاہا۔ وہ قلعہ کو واپس رہا تھا تو ایک جگہ اس نے نیچے درجہ کے ہندو کو ناچتے دیکھا۔ باجانج رہا تھا۔ نہایت بے ہنگم باجا تھا مگر اس میں عجیب کیف تھا جو تیس گاکا گانج رہی تھیں۔ اسے اپنی پاروتی یاد آئی۔ اس کا جی چاہا کہ فوراً گھر واپس پہنچ جائے۔ مگر اخیر سلطان کی اجازت کے واپسی ناممکن تھی۔

صبح کو وہ انشا توفیق کا طبل بج رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ آرام شاہ فوت لئے آ رہا ہے۔ سلطان خود لاٹھ فوج ہوا اور اس کے پیچھے کثیر فوج چل کھڑی ہوئی۔ دلی سے کچھ سی دور پہنچی ہوگی کہ آرام شاہ سے مقابلہ ہوا جس کی فوج ایک ہی محراب میں پسپا ہو گئی۔ آرام شاہ مارا گیا۔ فتح کے

بھٹو سے لہرائی ہوئی فوج دلی واپس آئی۔

سلطان حسن لکھنؤ کی فوج کو یہ خبر ملی کہ کال میں غلیہوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ علی حوالہ غلیہ ٹپا پٹے کو ازاد بادشاہ بنوا لیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اطلاع ملی کہ لاہور میں تاج الدین یلدرم اور شاہنشاہ قباچہ نے بھی خود مختاری اختیار کر لی۔ انھیں سننے پر اپنی فوج لاہور و سندھ کی طرف دی۔ ابن المسلمین اور دیگر موجودہ اہل دلی فوراً اپنے اپنے مقامات پر پہنچے جاتے۔ ہاتھ دیا۔ ابن المسلمین سے خاص طور سے کہا: "تمہارے صوبے سے بڑا کال قریب ہے شہر کے وہاں تک پہنچ جاتے کہ بہت امکان ہے تم فوراً جاؤ اور آگے احکام کا اظہار کرو۔"

ابن المسلمین کی دلی مراد مل گئی۔ وہ فوراً ہی اپنی فوج کے ساتھ کوچ کر گیا۔ دلی کے بازار سے گزرتے ہوئے اس نے پاروتی کے لئے بہترین کپڑے اور بہترین زیور خرید لئے۔ اپنے لئے بھی ویسے کپڑے خریدے جن کو اسے پہنا کر پاروتی خوش ہو کر تھی۔ جلدی جلدی دلی سے اڑتا ہوا آخر کو وہ پاروتی کے پاس پہنچ گیا (اس رات کو چاندنی میں گھاس پر پاروتی نے اس کے لائے ہوئے کپڑے پہن کر شگفتی ناچ ناچا۔ دیوالی کا تہوار تھا۔ پورے محل پر دسے جلائے گئے تھے۔ ان کی منڈی نہیں کھل رہی تھی۔ ابن المسلمین بالکل راجہ پوتوں کے لباس میں کتا سے بیٹھا تھا۔ ہر دم تھوہر پہنتے ہوئے دیوالی کا طباق لئے ہوئے اُٹا پاروتی تلیج رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کی مسکراہٹ اس کا نور عجیب کرشمہ نظر آیا۔ اس کے گیت کے بول

"آج مورے چین میں آئی۔ ہسار"

نے ابن المسلمین کو کم کر دیا۔

"ناچو ناچو پیارے من کے مور"

کی تکرار نے اس کے دل کو کیف سے نچا دیا۔

میں مرواؤں غلبی کو اس کے امراء نے قتل کر کے ساقم الدین غلبی کا انتخاب کیا تھا جس نے سلطان
یاش الدین کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ اس کا ہمارے سلطان کی مصوبہ داروں سے جھگڑا ہوا۔ اس موقع
فائدہ اٹھا کر ناصر الدین نے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ وہ نگر پڑھیا تو ابن محمد بھی اس کے ساتھ
ہو گیا۔ پوری فوج نہایت تیزی سے بڑھتی ہوئی نکھنوتی پہنچی اور یاش الدین کو مع اس کے منک
ہروں کے گرفتار کر لیا۔ ناصر الدین ہنگال کا حکمران ہو گیا۔ ابن محمد اپنی پاروتی کے پاس واپس آیا۔
دوسرے سال اسے اطلاع ملی کہ التمش نے قباچہ کا بھی خاکہ کر دیا۔ اس کے بعد ہی خلیفہ بغداد
نے کشور ہندک التمش کو ٹھٹھ کا موقع آیا۔ التمش نے جشن منانے کے سامان کئے اور سبھی
ہروں کو ان میں شریک ہونے کی دعوت دی۔

ابن حزم اور اپادوتی دونوں دہلی پہنچے۔ ان کی زندگی میں پہلی دفعہ ٹرک احتشام اور
وہم کا تجربہ ہوا۔ مسلمان بادشاہ اور سردار پر مختلف زندگی سے ناواقف تھے۔ ہندو دیوانی
ہر کے مواقع پر اپنے گھروں اور گائوؤں کو سمجھاتے تھے۔ اب ان ہی کی مدد سے دلی کو سجا یا گیا۔
بزرگی بتوں اور پھولوں کے بندھن اڑبازار کی شاہ راہ پر لگائے گئے۔ مراٹوں کو بھی ان ہی
سجا یا گیا۔ جگہ جگہ بھاگ کھڑے کئے گئے۔ ان کے اوپر چھڑے لٹکائے گئے۔ سونے کی پٹریوں پر
دار کپڑوں سے حروف کاٹ کر لگائے گئے۔ "فتح سرندھ" فیض امیر المؤمنین "زیادہ تر پھاٹوں
کا نظر آیا۔ گاندھاروں نے اپنی اپنی دکانیں الگ الگ سجائیں۔ امیر المؤمنین کا غیر جلوس
شہر میں داخل ہوا۔ سب میں آگے ہاتھیوں کی ایک قطار تھی۔ اس کے بعد اونٹوں کی۔ اس کے
گھوڑوں کی اس کے بعد پیادوں کی سب سے آخر میں ایک ہاتھی پر غیر جلوہ افروز تھا اس
سامنے ایک آدمی وہ سامان لئے ہوئے دکھاتا جا رہا تھا جو خلیفہ کی طرف سے آیا تھا۔ جلوس
پر پہنچ گیا۔

قلعہ کے دروازے پر سلطان خود استقبال کیلئے کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے سردار تھے۔
انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کے اندر بھی اسی قسم کی سجاوٹ تھی جیسی کہ شہر میں ہر طرف یہ زیادہ تھا کہ ہر ایک

۳۵

مگر وہ سپاہی تھا اور نہ پر آشوب تھا۔ اس کے سلطان نے اسے ہر وقت تیار رہنے
کا ہدایت کی تھی۔ پاروتی بھی سپاہی کی پوری تھی وقت پڑے پر اسے بھی جنگ کرنا تھی۔ فوج کو
وقت مستعد رکھنے میں دونوں مصروف رہے۔ پورے ہندوستان کی خبروں سے واقفیت ان
کا پہلا کام تھا۔ التمش نہایت ہوشیار بادشاہ تھا اور لڑائی سے زیادہ سیاست سے کام لے کر لیتا
چاہتا تھا اور جانتا تھا۔ ابن محمد جانتا تھا کہ التمش کو یلدوز اور قباچہ پر پہلے قابو حاصل کرنا تھا اس
نے سنا کہ سلطان نے یلدوز سے دب کر صلح کر لی مگر کچھ ہی عرصے کے بعد غزنی کو خوارزم شاہ کے فتح کرنے
کی خبر آئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یلدوز غزنی سے بھاگ کر پنجاب آیا اور دہلی پر حملہ کرنے کے لئے تیج کو پار کیا۔
تیرتن کے مقام پر التمش نے اس کو شکست دی اور قید کر کے بدایوں پہنچا دیا۔ اس کے بعد ہی قباچہ
لاہور کا دہلی ہوا اور اسے بھی سلطان نے بیاہاس کے کنارے شہرست دی مگر قباچہ کے پاس پنجاب
کا کافی حصہ اور سندھ باقی رہا۔ پھر خبر ملی کہ اپادوتی کے جو عزیز راجپوتانہ میں جا بیسے تھے ان کو قابو
میں لانے کے لئے سلطان نے رستمجو اور مندور کے قلعے فتح کئے۔

ایک دن یہ خبر آئی کہ سلطان کا لڑکا ناصر الدین جو او دھ کا صوبہ دار تھا فوج لے کر
ہنگال روانہ ہو رہا ہے۔ ابن محمد کو مع اپنے دست کے اس کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔ ہنگال

سے بادشاہ تک دور دورہ سرو کے درخت لگ گئے تھے جن کی چڑیوں پر چراغ رکھے ہوئے تھے۔ دربار کا
اب بہت زیادہ آراستہ تھا۔ راستہ چھوڑ چھوڑ کر تختوں کے چوکے بچے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے لیے چار
سو گنا کا گنگا جمنی سنگھاسن تھا۔ یہ فیروز بادشاہ اس میں جا بیٹھے۔ سب سرداروں نے اپنی
اپنی جگہیں لیں۔ ابن سلم کو محبوبہ داروں میں جگر ملی۔ ہیرے پر امیر کوٹھنیں کا فرمان پڑا اور ایک
عباسی کمال کرشمہ کو پہنایا۔ شادیاں بچنے لگے۔ دور پر گانے کی آوازیں آنے لگیں۔ سرداروں
نے ایک تاج پیش کیا جس کو سفیر نے سلطان کے سر پر رکھا۔ اہم قسطنطنیہ۔ وستان کا سلطان
اور اس کا کمانڈر مان لیا گیا۔ اسلامی حکومت میں پہلی دفعہ شہر کا قلعہ میں وردہ ہوا۔
والے بھانڈا اور زیندہوں نے قلعہ کے صحن میں آپریشن کے لیے گائے کے ہندوستان کی ہرقوم
کے لوگ اپنے اپنے باجے لے کر آئے تھے اور انھوں نے ان باجوں کو ٹیسے جوش کے ساتھ بکایا۔
دستر خوان ہوا۔ اس میں بہت قسم کے ہندوستانی کھانے تھے۔ صحن میں ایک مقام پر
نوجی کیتب اور ایک تاج اور مختلف قسم کے لھیل دکھائے گئے۔ سلطان نے اپنے ہاتھ سے انہیں
دیئے۔ قلعہ عوام کے لئے کھلا تھا۔ لا اوداوغراہمن کے ایک حصہ میں جمع تھے۔ ان کو لنگر بٹا لیا
نیکے لئے گئے۔ رات میں پورے شہر میں چراغاں ہوئی۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں ہندوؤں کو جی بھر کر
چراغاں کرنے کا یہ پہلا موقع ملا تھا۔

قلعہ کے اندر سلطان کی بڑی جمعیتی لوگ رخصتہ کو پاروتی سے خاص لگاؤ ہو گیا تھا۔ اس
نے تمام انتظام پاروتی کے سپرد کر دیا تھا۔ پاروتی نے شہزادی کو سجانے میں خاص دلچسپی لی تھی اور
اس کو تمام راجپوت زیوریں اور کپڑوں سے آراستہ کیا تھا۔ پاروتی اور دوسری خورقوں نے
تیراندازی تیغ زنی اور سواروں کے کرتب دکھائے۔ پاروتی نے ایک ملازمہ کی ہتھوڑوں سے
تیر چلا کر دکھایا۔ اس پر قلعہ کی تمام خواتین اس کی فریفتہ ہو گئیں۔

جشن کی دن تک رہے مگر اکدم سے سلطان کے عزیز ترین مساجد اوسنے ناصر الدین کی
بنگال میں وفات کی خبر آئی۔ تمام جشن ختم ہوئے۔ صیف ماتم بچھ گئی۔ سلطان کے خالق کی کوئی انتہا

ذریعہ سلطان نے قلعہ فیض السامیہ کے سفیر کو گراں بہا تحائف بکرواپس کیا۔

بنگال میں شورش کی خبر آئی۔ سلطان مشرقی صوبوں کے تمام سرداروں کو ساتھ لے کر خود
روانہ ہوا۔ لڑاکے کے غم سے ٹوٹے ہوئے دل کو بھلانے کا اُستے پشندہ مل گیا۔ ابن سلم اس کے ساتھ گیا
اور پاروتی شانہ راوی رخصتہ کے ساتھ رہی۔ دونوں میں ایک عجیب قسم کی انسیت ہو گئی تھی۔ وہ
مجھ ساتھ ساتھ گھوڑوں پر سوار سفر کرتیں۔ گھوڑے دوڑاتیں۔ تلواریں ہاتھ بٹاتیں۔ تیراندازی کرتیں۔
ساتھ کھانا کھاتیں۔ ساتھ کھیلتیں۔ رخصتہ میں مردانہ صفات کچھ ضرورت سے زیادہ تھیں۔ وہ
مرد بننا چاہتی تھیں۔ وہ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ زمین کی بار و قابل تھی۔ وہ اظہت کا غور
دیکھتی تھی اور اس لئے اپنے دل کا یہ راز پاروتی سے بتا دیا تھا۔ شام کے وقت اکثر وہ مردانہ کپڑے
پہنتی اور نہر کے پاس آکر ٹھیکتی۔ پاروتی زمانہ کپڑے پہنے ہوئے اس کے سامنے ناچتی۔ پھر وہ
ناچک کھیلنے لگتیں۔ معلوم ہوتا کہ دونوں میں عشق بازی جو رہی ہے۔ یوں ہی دن کٹ گئے اور
سلطان دارالسلطنت ہوا۔ پس کیا۔ اب اس کو رخصتہ سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی تھی۔ پاروتی
نے رخصتہ سے کہا کہ سلطان سے اپنے تئیں جانشین مقرر کر کے والے سلطان بھی پاروتی کی طرف خاص
توجہ کرنے لگا تھا۔ رخصتہ نے ایک دن سلطان کو تیراندازی کا وہ کرتب دکھایا جو پاروتی نے اسے
سکھایا تھا۔ سلطان بہت خوش ہوا اور منہ مانگا انعام دینے کو کہا۔ رخصتہ خاموش رہی۔ پاروتی
اشائے کرتی رہی۔ آخر کو رخصتہ نے باپ سے لپٹ کر کان میں کہا۔ میرا انعام سلطنت ہے۔ سلطان
نے پاروتی پر نگاہ جما کر کہا۔ میرے بچوں میں سب سے زیادہ چونا بار اور قابل رخصتہ ہی ہے۔
دوسرے دن دربار میں بھی سلطان نے اعلان کیا۔ میرے بعد میری لڑکی رخصتہ کو کراٹھ
سلطانہ مقرر کریں تو بہتر ہوگا۔ میرے بچوں میں سب سے زیادہ اہل آپ اس کو پاؤں گے۔ یہ شہزادہ
قلعہ میں ہی پاروتی اور رخصتہ ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ ابن سلم کی پاروتی سے کبھی بھی
واقعات ہو جاتی۔ وہ چودے ہوئے پس گیا مگر پاروتی کو رخصتہ نے نہ جانے دیا۔ سلطان زیادہ تر مالوہ
گوالیار بھاسیا اور اجمین کو فتح کرنے میں مصروف رہا۔ اس کی عدم موجودگی میں رخصتہ عکسرت کا

کام بھی دیکھتی اور پاروتی اس میں بھی اس کی مدد کرتی۔

آنور سلطان کا انتقال ہو گیا۔ اس کی مجلس نے جس کو ترکان جیل گاٹی کہا جاتا تھا اس کے بیٹے بیٹے رکن الدین کو سلطان منتخب کیا۔ رقیہ کو بڑا صدمہ ہوا مگر پاروتی اسے دلاسا دیتی رہی۔ چھ ماہ کے اندر ہی رکن الدین نااہل ثابت ہوا اور آخر کو ترکان شے اسے معزول کر کے دیر کو سلطان بنایا۔ اس کے بھائی اور بہت سے سرداروں کو یہ ناگوار گزرا مگر رقیہ کی فراسد اور شجاعت سے وہ بھی مغرب ہو گئے۔ عرصے تک دشمنوں نے رقیہ کو معزول کرانے کے بہانے ڈھونڈے مگر آخر کو ایک بات پکڑ پائی۔ رقیہ نے پردہ اٹھا دیا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کا جواز لیا کرتی تھی۔ اکثر اسے گھوڑے پر چڑھنے میں زحمت ہوتی تو اس کا جیشی غلام باقوت اسے اٹھا کر گھوڑے پر بیٹھا دیتا۔ اس پر لوگوں نے پھبتیاں چوڑیں اور فواہیل ڈالیں۔ ان کی خبر پاروتی کو پہنچی۔ اس نے مال جلنے کا مشورہ دیا۔ باقوت اصلیل کا دادہ تھا مگر کوہو سلطان کو اس کی ضرورت پڑتی تھی اس لئے اس نے اس کو امیر کا منصب دے دیا۔ امیر نے بڑا مانا مگر ملک کے امور کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے اور اپنے اپنے منصب پر واپس گئے۔ سلطان کو اب اپنا ادب بھلا کے لئے یہ سوجھی کہ باقوت کو امیر لا مار کا منصب دے۔ پاروتی نے سمجھایا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ مگر سلطان نہ مانتی۔ اس نے دیوار میں باقوت کی امیر لا مار کی اعلان کر دیا۔ اپنے فوج شاہی کے ترک سردار بگڑ گئے اور دھرم بھندہ سے التونیر نے سر اٹھایا۔ سلطان تہج لے کر اس کو رانے چلی۔ پاروتی بھی سپاہی کے لباس میں اس کے ساتھ تھی۔ ایک رات فوج بڑاؤ ڈالے ہوئے تھی کہ ترک سرداروں نے باقوت کو مار ڈالا اور سلطان کو قید کر لیا۔ دوسرے دن دلی میں شاہی ہارم شاہ کی سلطنت کا اعلان ہو گیا۔

پاروتی کی ترکیبوں سے رقیہ قید سے نکل بھاگی۔ دونوں بھتیجیاں پہنچیں۔ رقیہ نے التونیر سے شادی کر لی اور دلی پر چڑھائی کی۔ رقیہ کے مقام پر جگ ہوئی۔ التونیر اور رقیہ اسے گئے۔ فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ پاروتی نے سلیم کا راستہ لیا۔ راستے میں کسی کو شبہ بھی نہ ہوا کہ

عدت تھی برابر سفر کرتی ہوئی آخر وہ اپنے شوہر کے محلہ کے دروازے پر پہنچی۔ محافظ نے اندر جانے سے روکا۔ اس نے ابن سلیم سے ملنے کی سخت زحمت کا اظہار کیا۔ وہ ابن سلیم کے سامنے پہنچائی گئی۔ ابن سلیم نے اس کے ہاتھ پر بڑی آمادگی سے ابن سلیم سے ملنے سے تڑپ رہا تھا۔ فوراً بڑھ کر اسے گود میں اٹھالیا۔ دونوں نے یہ ملے کیا کہ دلی کے حالات سے بالکل بے خبر ہو کر اپنے عیش میں لگی ہوئی ہیں۔

دلی میں اذنی انوری کی وجہ سے اہل علم منتشر ہوئے تھے۔ منہاج السراج بنگال کی طرف جاتے ہیں ابن سلیم کے پاس ٹھہرا اور دلی میں پھر ٹھہرا۔ اسی سلسلے میں غیاث الدین کی حکومت کے حالات برسرِ حال ساتھ بیان کئے۔ صدر الدین حق نظامی کچھ زیادہ دن ٹھہرا۔ ابن سلیم اس کو اپنے بچے میں بیٹھا کر سیر کرانے لے گیا۔ نظامی شہم سے بہت متاثر ہوا۔ ایک دفعہ اور گنگا پر سیر کرتے دربار میں کے مندر تک پہنچ گئے۔ ابن سلیم نے دیکھا کہ مندر توڑا لایا تھا اور پر کا حق غائب ہے۔ ان پر پاروتی چھوٹی کر دی گئی ہیں۔ اس نے دریافت کر لیا تو معلوم ہوا کہ پاروتی کی موتی کے غائب ہو جانے کے بعد مندر واپس لے آئے۔ اس مندر کو توڑ ڈالا اور اس کا کھس جس میں سونا تھا نکال کر لے گئے۔ قریب میں ایک گاؤں مسلمانوں کا آباد ہو گیا تھا۔ انھوں نے دیواروں کو جہاں تک ان پر بیت بنے تھے وہاں تک توڑ ڈالا اور اب اسے مسجد کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اس گاؤں کے مسلمانوں نے مسجد کا گنبد اور منار بنوانے کے لئے مدد مانگی۔ ابن سلیم نے اپنے مہاروہاں بھیجے۔ اس سالہ کی خبر پاروتی کو ہوئی اس نے خود آکر دیکھا اور مندر کو بالکل ختم کر کے بڑی مسجد تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ مندر میں اتنا و فیض نکلا کہ اس سے مسجد تعمیر ہو گئی۔

ابن سلیم اور پاروتی اب زیادہ تر گاؤں بسنے اور زراعت کو فروغ دینے کے کام میں لگے۔ بہار شاہ کے زمانے سے لے کر بلہسن کے عہد تک منہجوں کے طوفان کے بعد طوفان آئے ہیں۔ سلاطین یا تو ان میں شہک ہے اور یا عیش کرتے ہیں۔ نظام الدین اولیا نے خانقاہوں اور خانقاہوں کو واپس کے اضلاع میں بھیجا۔ ابن سلیم کے آباد کئے ہوئے گاؤں میں کبیسے۔ ہزاروں میں ایک کی

دیکھا تو دیا اور اس کے مردوں میں مسلمان اور ہندو دونوں نظر آئے۔ بھگتوں کی بھی تعداد نظر آئی۔
 رام اور حملن ایک جگہ کی صدا پھیلنا شروع ہوئی۔ امیر خسرو نے قوالی کا راگ ایجا دیا۔ اور
 وہ اس قدر مقبول ہوا کہ ہر شہسب جیسے ہر گاؤں میں اس گاؤں کے ولی اللہ کے سامنے قوالی بجا کرتی
 امیر خسرو کی غزلیں اور وہ ہے گائے جاتے ابن مسلم نے اپنے ملازمین میں قوالوں کے ایک ملاکھے
 کو بھی رکھ لیا۔ ہندو مسلم تہذیب کی آمیزش کا دور شروع ہوا اور ایک زبان وجود میں آنے لگی جس کا اب
 تک کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا۔ ابن مسلم اور پاروتی آپس میں ایسی ہی کچھ زبان بولتے آئے تھے۔ یہ زبان
 تمام مسلمان سپاہی اپنی بیویوں سے بھی بولتے تھے گھروں سے اب وہ نکل کر بازاروں میں آنے
 لگی۔ ہر گاؤں میں ایک مسجد ضرور ہوتی جو دوسرے کا بھی کام دیتی۔ مولویہ نے محض توحید پر جو ہندو دیوتاؤں
 ہندوؤں کی رسموں کو اپنا یا اس کی بنا پر زمین ہندو بھی مسجدوں میں تسلیم کئے آئے تھے لگے لگے آئے۔
 کتاب میں کمال حاصل کر کے اکثر سرکاری کاموں میں بھی لگے۔

ابن مسلم اب زمیندار زیادہ اور سپاہی کم ہوتا جا رہا تھا۔ سپاہیوں کا انتظام اس نے ایک
 منظم کے سپرد کر دیا تھا اور خود دن چڑھے باہر آباد دیگر اشتیاقات بھی ایک محاسب کے سپرد کر دیے
 تھے اور اپنا وقت زیادہ تر گھر کے اندر آتا سے باتیں کرنے میں گزارتا۔ آتا تخت پر گاہ بگاہ سے لگی
 بیٹھی ہوتی رہ اس کے زانو پر سر رکھ لیٹا ہوتا۔

"دلی کے سلطان عیاشی میں پڑ رہے ہیں۔ پاروتی کہتی۔"

"نہیں بہرام شاہ عیاش تھا۔ علاؤ الدین مسعود بھی بیکراہ ناصر الدین محمود تو بڑا پاکبان ہے
 نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے اپنی بسر کے لئے قرآن مجید لکھ کر ہدیہ کرتا ہے۔"

"مگر سپاہی نہیں ہے منظم نہیں ہے۔ کام اس کا وزیر بلبن کرتا ہے۔"

"بلبن تو سپاہی ہے منخول کے حملوں کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔"

"مگر ظالم ہے اور شان و شوکت میں مست۔"

"شان و شوکت ضروری ہے۔ سلطان کا رعب نہ ہو تو۔"

"ہمارے پرانے راہ پر جا کے ساتھ بولی کیلئے تھے۔"

"ہمارے مغلنا بھی جو ام سے ملے جلتے رہتے تھے یہ چل نہ سکا۔"

"جانے دراب ہمارا اور تھا راغریب ایک ہو جائے گا۔ یہ بھگتی اور صوفی کیسا میل
 بول کر رہے ہیں۔"

"ہندوؤں کی رسوں کو ہم قبول کر رہے ہیں۔ وہ ہماری توحید کو مان رہے ہیں۔ یہ قوالی۔"

"بھقل سماع خوب ہے۔ اس میں دونوں شریک ہو لیتے ہیں۔"

"بہت ہندوؤں نے بت پرستی کم کر دی۔"

"مسلمان بھی نماز روزہ سے بے بہرہ ہو کر مولویہ کی کرامات میں مست ہو رہے ہیں"

"..... آج کچھ نئے قوالی آئے ہیں ان کو سونگنی؟"

"ہاں ان سے کہنا امیر خسرو کے گیت ضرور گائیں۔ کیوں۔"

"مگر تمھارے گائے اور ناچ میں اور ہی رلٹ ہے۔"

"میں نے اب بہت سی لڑکیاں سکھا رکھی ہیں۔ ایک دن سب مل کر نچ رکنے لگیں۔"

"مگر تم نے مجھ سے بتایا نہیں۔"

"وہ لڑکیاں بڑی حسین ہیں تمہیں کوئی پسند آ جاتی۔"

"تمہیں یہ شبہ ہے تو ابھی باکرہ امتحان کر لو۔"

"میں نے ویسے ہی کہا۔"

"نہیں ان کو ابھی بلاؤ۔"

تھوڑی دیر میں وہ جوان لڑکیاں۔ لنگے کرتیاں پہنے۔ دوپٹے سہوں پہ ڈالے۔ سینے
 اکھڑے ہوئے۔ پیروں میں گھٹا گھو۔ سہوں پر چھپکے۔ کپڑوں میں لچکا اور تاوے مکے ہوئے سامنے
 آکر بکرا دینے لگیں۔ ابن مسلم آما کے پاس گاؤ سے لگ کر بیٹھ گیا تھا اور ان سب کو محو کر دیکھنے
 لگا تھا۔ ہر ایک اس کے دل کو بھاہی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر ایک کو اٹھائے ٹھوڑے

اپنے جذبات چھپانے کے لئے بار بار آتما کو دیکھتا۔ آتما کے دل کو وہ نہیں دکھا سکتا تھا۔
لوگیاں نالچ کر چلی گئیں تو اس نے کہا: تم سے ابھی کوئی ہے ان میں اور پھر میں
جاؤں ہیں تم ذاتی ہو کتنی تہذیب یافتہ کتنی ذہین۔

مگر اس رات جب کرشن نالچ ہوا اور یہ سب لوگیاں آتما اور ابن مسلم کے چاروں
طرف جراوہا اور کرشن بنے تھے ناچنے لگیں تو وہ آتما کو چھوڑ کر سر ایک کے ساتھ چاہر
ایک کو چٹا ناہا۔ آتما چہ می میں کھڑی مری بجاتی رہی۔ ابن مسلم کو مری بجانا نہیں آتی تھی۔
اس نے اس کے بجائے اس کی راوہا مری بجاتی نہ روزیہ نالچ ہوتا اور دھندل ابن سلطان ڈر گیا
کے ساتھ چٹا۔ آتما کو ذرا بھی برا نہ لگا ابن مسلم کا دل ان لوگوں کی طرف سے بھرنے لگا۔

اس آتما میں بنگال میں طفل کی بنیاد کی خبر آتی بلین کا حکم آیا کہ مشرقی صوبوں سے قزاق روانہ
کی دیں ابن مسلم غاپنا مت بھی بھیجیا بلوڑ خور اپنے عیش میں غور کیا کچھ ہی دیر کے بعد اسکا دست شکست کھا کر الپا
پور سے کے بعد بلین کا سخت حکم آیا۔ ابن مسلم کا دست پھر بغاوت فرو کرنے والے لشکریوں میں شامل ہوا
مگر پھر شکست کھا کر الپا یا بلین اب بوڑھا ہو گیا تھا اور بیمار رہتا تھا مگر وہ آتما کی ارادہ کا
انسان مشہور ہو چکا تھا۔ وہ خود دلی سے لشکر لے کر چلا۔ راستے کے تمام صوبہ داروں کو ساتھ
چلنے کے لئے تیار ہونے کا حکم ہو چکا تھا۔ بلین کا لشکر سنگم کے پاس سے گزرا تو ابن مسلم خود اپنی
فوج کے ساتھ اس سے جا ملا۔ برسات کا موسم تھا راستوں میں کچھ ٹکڑے درجہ سے بڑی دقتیں پیش
آئیں دیو یاؤں میں طغیا نیاں آگئیں تھیں۔ ان کو پار کرنا اتنا دشوار تھا کہ ابن مسلم کی عمرت پار
بارگئی۔ آخر کار وہ لاکھ کا لشکر لکھنؤ کی قریب پہنچا۔ طفل فرار ہو گیا۔ مگر بلین نے اس ملک
فلام کو پکڑنے کا حکم دیا کہ لیا۔ لشکر بنگال کے چپے چپے میں بھیلایا گیا۔ چھ مہینے کے بعد ابن مسلم
کے دست کو ایک پڑاؤ دکھائی دیا۔ اس کے پاس پینک شامی سپاہیوں میں سے ایک نے طفل کو
پہچانا۔ طفل بھاگا مگر ابن مسلم نے تیر جو چلایا جو اس کے ایسا لگا کہ وہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔
اس کے ساتھیوں میں کچھ لڑتے ہوئے مارے گئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔

تمام لشکر لکھنؤ میں بلین کے پاس جمع ہوا۔ شہر کے بازار میں دو روزہ ریاں لگا دیں
اور ان میں سے کچھ بچے بڑھایا گیا بل طفل کا کبھی کبھی طرفدار۔ ایک مست قلعہ سے لیا
کو دعویٰ بھی اسے بھی سولی پر چھایا گیا۔ سولیاں بڑے بڑے لکڑی کے ستون تھے جن
پر بھالے کی طرح چوٹی ہوتی تھی لازم کو اس پر چھایا گیا۔ سولی اس کے جسم میں... گھسی جاتی
دیکھتے دیکھتے اس کا جسم دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر جاتا۔ دو شو سولیاں پر ہر ہر لوگ بڑھا۔
سے اور سلطان دیکھتا رہا ابن مسلم کا وہ شہت سے برا حال ہو گیا مگر سلطان کی موجودگی
وہ ماننے کی گنجائش نہ تھی یہ ہیبت ناک سماں ختم ہوا اور سلطان نے اپنے بیٹے بغیر اخلا
بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا۔ وہ بھی بہت دشمن نہ تھا اس سے سلطان نے کہا: تم
میر انصاف دیکھا ہر باغی کی ہی سزا ہوگی۔ پھر اس نے صوبہ داروں کی طرف مڑ کر کہا:
عیش پسند ہوتے جا رہے ہو عیش پسندی کی سزا بھی یہی ہوگی تمام صوبہ دار بہت سن کر کانپتے
ابن مسلم گھروں پر آ کر گئی دن تک نہایت درجہ ہیبت زدہ رہا۔ پاروتی سے وہ
کا حال بیان کرنا اور کانپ جاتا۔

آف۔ ظالم۔ پاروتی کہتی۔ یہ ترک کتنے ظالم ہیں۔

اب میں سپاہی نہیں رہا۔

کیوں تمھارے ہی تیرے کو طفل لگا رہا۔

ہاں تیرے۔ ہم لوگ تیرے نہیں تیغ زن تھے تمھارے مجھے تیرا زبنا یا تیرا
ہے میں گرافٹا بزدل نہ ہو گیا ہوتا تو تیرے کام نہ لیتا۔ بڑھکر طفل سے مبارز طلب
خیر اب سب بھول جاؤ۔ اطمینان سے گھر آئے۔

نہیں آتے۔ میں۔ اور بزدل ہوتا جا رہا ہوں۔ یہ بچہ بزدل۔ میں خود سپاہیوں
کچھ بھال کیا کروں گا۔ ہمیں سپاہی پہلے ہونا ہے۔

آتما اس کی سنجیدگی پر ہنسی دے بھی مسکرا کر اس کے چٹ گیا۔

تاج کا ارادہ تھا اس کو پڑے میں ایسٹ کر جہاں میں بچینگ دیا گیا۔
 "آخر میں گیا جہاں میں۔ نہائی سننے و اکیلے دیا یا سچا ہی نے کہ یہ دیا۔
 "جہاں الدین شاہ بھی پڑے نیک اور خدا ترن میں۔ ان کے سامنے لوگوں میں بڑے
 انھوں نے نصیحت فرمائی اور عاف کر دیا۔"

پھر ابنِ مسلم کے پاس ایک فرمان آیا کہ جلال الدین خلجی کا دایا و علاؤ الدین کے مکر و مہر اور ابنِ مسلم اس کے زیرِ قیام رہے گا ابنِ مسلم کہہ میں تو علاؤ الدین کے دربار میں حاضر ہوں علاؤ الدین نے کون پر غور کشی کی ہے اس کے ارادہ کا اظہار کیا اور فوق تیار رکھنے کی تاکید کی۔ ابنِ مسلم اب پھر واپسی پر تھکا ہوا آیا تھا جیسا کہ پہلے تھا۔

علاء الدین نے اپنے گئے چچا اور خیر سلطان جلال الدین خلجی سے چند روپے مانگے۔
اجازت حاصل کر کے گیارہ فوج کے ساتھ دکن کی طرف چلا۔ ابنِ مسلمہ کو اس نے چنانچہ اس شہر پر
تھا۔ اور اسی کو معلوم تھا کہ علاؤ الدین اصل میں دیو گری کا ارادہ رکھتا ہے، یہ جہت میں سونہ
کا تھا۔ بڑے گھنے جنگل بڑے بڑے پہاڑ اور چوڑے چوڑے تیزی سے جتے ہوئے دریا پار کرنا
علاء الدین کا غم ان سب کو پار کرنا چار ماہ میں اسے ایچ توڑنے آیا۔ آٹھ ہزار چھوٹے سپاہی
کی فوج اس کے ساتھ تھی۔ ہر سپاہی جان پہچان پر رکھے ہوئے تھا۔ ہر سپاہی رانہ اور تھا اور گھوڑے
راہ گیر فوج کی بابت کچھ پوچھتا تو اسے بتایا جاتا کہ دیو گری کا ایک میراج مندری کہہ رہا ہے کہ وہ
جہاں پہنچے شکر بھنگا کی پہاڑیوں میں رانہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میراج کے میدان میں داخل ہو گیا۔
ابنِ مسلمہ نے ایک تیرکاناں میں جہڑ کر لڑائی کی طرف چلا یا۔ زمین پر گر کر یہ تیر کو دھسے سے زیادہ
میں گر گیا۔ ایک کسان نے ہشکھل اس تیر کو زمین سے اٹھایا اور لڑا جو رانہ کے گناہ کے پاس
کا بنا فوراً ہی تیلے کر رہا تھا وہ دیو کے پاس دیو لڑی دوڑ گیا۔ تیر کو راجہ کے سامنے ڈال کر
کی فوج اور دھڑا بھجی۔ اس نے نہیں۔

تیر بہت زیادہ لمبا اور وزنی تھا۔ راجہ رستم دلا سے ویکٹر کونجوب کتا رہا۔ سبکی

”اچھا کیا قبّاد کے مارے جانے کا حال بتاؤ۔“
 ”کچھ کہتے ہیں کہ ایک لڑکی نے لائیں مار کر جینا میں گرا دیا مگر اصل واقعہ یہ ہوا کہ
 جلال الدین خلجی ترکہ میزوں کا خاتمہ کو کے محل میں داخل ہوا تو جینا کے کنائے کے والوں میں کتبہ

پشت کی طرح مسلم کو سنائی دیا وہ بہت افسوس ہوا وہاں میں اس کا کسی طرح نہ دل لگا
وہ جہاں کے کنارے پر تھا اور وہاں گریب کھڑا نہ کر پاتا تھا کہ وہاں کے اکاٹس و سنت
ہی سے غلاموں جہانے تھے۔ مگر وہی میں اب بھی بہت سی باتیں دیکھی تھیں وہ منہ داور مسلم تھا
کو ثابت کرتی تھیں۔ پھر دل والوں کی سیر خاص طور پر اکبر کے زمانے کو یاد دلاتی تھی۔
مگر وہی کو اس نے اب بھی تہذیب کا مگر نہ پایا۔ بادشاہ کے استوار ابراہیم ذوق ملک شہر
خانہ کی بی بی خانی کا اچھا خاصہ عکس تھے۔ ان کے پاس وہ ملے گیا۔ ایک پرانے مکان کے پرانے
میں داخل ہوا۔ ایک کمرے کے گئی آنا سنائی دیتی تھیں۔ یہ حافظہ حیران بنانے کی آواز
تھی۔ وہ ایک کمرے پر ٹپک کر بیٹھے تھے۔ ان کے پاس ایک دھڑکتے ہوئے گھر کے پتنگ ہندوئی جلوہ
افروز تھے حافظہ دیران کہے گئے۔ استاد ذوق کے پاس کیا ہے۔ مرزا لے پا کلب کے پاس
کیوں نہیں جاتے وہ بڑھتا چلا گیا۔ ذوق نہایت بااخلاق تھے۔ اس کا سارا حال پوچھا اپنی
پہنزل سنائی۔

تھمت لے نعلی جنوں زخم و مگر ٹھٹھے ہے
مرثیہ خارشمت پھر تلوار اگھیلے ہے
مسلم کو بہت پسند آئی پھر ایک غزل سنائی
لائی حیات آئے قصائے جلی پلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی پلے
مسلم نے یہ دونوں غزلیں نقل کر لیں۔

وہ مومن خاں کے گھر بھی گیا جو شطرنج کھیلتے میں مصروف تھے انہوں نے اپنی پہنزل سنائی۔
دین جب خاک میں ہم جو خیرہ۔ ماں ہونگے
نلس باہی کے گل شمع شبستاں ہونگے
اس غزل کا قطع مسلم کو بہت ہی پسند آیا۔

مرسدی کو کٹھن خوشی بہت سی ہوئی
اتر کی دشت میں لکھنا ناک سلاں ہر گھ

مگر زیادہ تر اس کی نشست گاہ کے پاس رہتے۔ غالب میرزا نشانی سے رہتے
تھے وہاں میں ان کے ملاقات تھے مگر مزے سے تنگ رہتے تھے۔ ان کا وہاں ایک ہندو
کیڑا تھا تھا وہ بہت صبر و تحمل کے تھے وہ دوست اور ملتے تھے۔ نشانی میرزا نشانی سے
خاص محبت رکھتے تھے۔ انہیں مرزا نشانی کہتے تھے۔ غرض بہت لیا کرتے تھے۔ انہیں تھے
موسم کی چم سے وہ بہت تھے مگر مسلمان ان سے زیادہ نہاں تھے کسی کو نہ پایا
تھے۔ ان کا یہ شعر مسلم کی نظر میں تمام نعمتیں شمار کیا تھا۔
غالب شائے خواجہ بہمنیوں کو بہت شرم
کات نرات پاک مرتبہ ولی محمد است

اہل بیت سے خاص محبت تھی۔ حضرت علی کی منہجت میں عن کا قصیدہ بھی
مسلم کے لئے کمال کی چیز تھی خاص طور سے یہ شعر تو تمام ساقی شہر کے اس سے بی شہر
آگے بڑھ جاتا تھا۔

مشرقیوں نے اس کا دل ختم کر لیا
قبلہ آل نبی کعبہ اجماع یقین

غالب کی طبیعت میں ظرافت کوٹ کرٹ کر بھری ہوئی تھی بات بات میں لطیفے
چھوڑتے۔ ایسے حاضر جواب تھے کہ لوگ مٹ دیکھتے رہ جاتے۔ ومنع کے بلکہ پانچ تھے شہر
پیتے تھے۔ عاشق مزاج تھے غرض ایسے زور و مل اور گونا گوں کمالات کے مالک تھے جیسا کہ
کئی انسان مسلم کی نگاہ سے نہ گزرا تھا۔

نثر میں بھی ایک خاص انداز کے موجب تھا۔ ان کے اکثر خطوط مسلم نے نقل کر لئے تھے۔
مسلم نے ولی میں غالب کے گھر کے پاس ہی ایک حویلی لے لی تھی۔ اس میں وہ

ایسا دیکھتا ہوں کہ وہ غائب ہے۔ کیونکہ اس نے پردہ میں کے خیال کو وہ دیکھا۔ مگر یہ نظری محبت
نے زود کیا اور وہ غائب کے شکر پہنچے وقت پر مدین کا قصہ تو فرما دیا اور لیتا خاص طور
پر بجزل پہنچے وقت پر مدین بہت یاد آتی۔

وقت چلتی ہے یار کو ہمارا کئے ہوئے
زوق قہقہہ سے بزم چراغاں کئے ہوئے
کبھی وہ پردہ کو یاد کو کئے یہ شعر اچھا۔

طہ سے طہ تیری انگشت حنائی کا خیال
ہے مجھے گوشت سے ناخن کا جسد اچھا

ایکے دن وہ غائب کے پاس گیا تھا تو وہ منہ سے اپنی یہ قول سنائی۔

قلبت کو ہے میں میرے شب غم کا جوش ہے

ایک شرح ہے دلیل محسوس جوش ہے
لے مژدہ وصال نہ نظارہ جمال

دیرت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے
مے کیا ہے حن خور آرا کو بے نقاب

ہاں شوق اسب اجانت تمکین و گوش ہے
اے تازہ داروان بساط ہوائے دل

زہار اگر تھیں ہوس نام سے دلوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوش نصیحت یوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط

دایان باغبان و کف گل فروش ہے

لعلت خرام ساقی و ذوق حواس سے چمک

ساقی بھلہ و دشمن ایساں آج بھی
یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوشش ہے

با صبح دم جو دیکھتے کر تو بزم ہمیں
طرب بخور رہزن تکیں و گوشش ہے

ماغ فراق صحبت شب کی جھلسی ہوئی
نکے وہ سرحد و گھر نہ جوش و خروش ہے

آتے ہیں غیب سے یہ مضا میں خیال میں
اک شمع رہ گئی ہے سوزہ ہی خوش ہے

تسلیم محسوس ہوا کہ اس کا کھلی تمام شلوکی کر بجزل بھی بجزل ہی غایت
سے اعلیٰ کمال پرکھی شلوکی بھی نہیں تھا یہ غزل اس کے تھیں نے کا پڑائی ہوئی

سلاخے عمود خروچی سے لے کر اب تک کا سا زمانہ آج بوقت غم کی یہ گیارہویں اس کے
پہرے تجرہ کا حاصل بھی غائب ہے اس غزل میں کمال کے ساتھ آرا کو کی تھی وہ ہر ہوشی

غزل کو پڑھنا اور اس کے ہر لفظ پر سوچنا اس کی نایابیت میں کئی شلوکیوں میں
کھنکھاتی ہوا نہ دکھائی دیتا تھا

غائب کی رائے سے اس نے غائب ہی کے انداز میں بجزل کو خط کھا ہوا
سنے جراب دیا۔ وہ دلی آجئے کے لئے تیار ہوئی اس نے کہا کہ سننے کا تیار ہوئی کی بجزل

اسی وقت خبر آئی کہ یہ بجزل میں سلطان سپاہیوں نے انگریز حکم نامے سے انکار کیا اور انگریز
افسران کے ساتھ کریم آباد کو روانہ کیا۔ یہ خبر آئی کہ اب میں اس کے اندر ہوں کی بجزل نے

بکائے لکھتے جانے لگے بڑھتے ہوئے بجزل کی طوط جلا خورین سے بکاتا۔

باغیوں کی طرف سے ملنے کی طرف سے بڑھ رہی تھی اسے بھانٹنے کی نقل کی ایک نیا صورت
 نکلی ہی کہ مناسب معلوم ہو رہا ہے۔ اس میں پیش پیش وہ مسلح سپاہی تھے جو انگریزوں کی
 فوج سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ وردی پہنچے تھے اور کار توں والی بندو قیں لے گئے تھے مگر ان بندو
 کو استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جو کار توں ہن میں استعمال کئے جاتے وہ سہ کی چربی
 سے بنے تھے۔ ان کار توں کو منہ میں لیا کر کے بعد چند توں میں لگانے کے حکم کو دینے
 ہوا کی بنا پر تو ان پر غمی ہوئی جس کے نتیجے میں انہوں نے بغاوت کر دی تھی اس کے ساتھ
 عجب حالات کے سامنے آئے تھے عجب حالات کے گھوڑے تھے۔ وہ دیاں تھیں یا سب
 عجب حالات کے تھے یہ سب سہ تو گھوڑے تھے۔ گروہ سے فینس ہوا اور گاڑی پر بیٹھے کالٹھی
 پہنکا تھا اس لئے گھوڑے کی پیٹھ پر اس کی ٹہری اس طرح نہ تھی جیسی کہ عموماً فوجی کے ساتھ
 آتے وقت بھاگتی تھی وہ برات کے دو لہائی طرے گھوڑے پر بیٹھا تھا۔

اس طرح پر عجیب حالات کے سوا اور عجیب حالات کے پیدل اس فوج میں بہت کان
 بھاگتے چلتے آئے تھے کسی کے پاس توڑے دار بندو ق تھی تو کسی کے پاس تلوار تو کسی کے پاس
 تلم تو کسی کے پاس ڈنڈا تو کسی کے پاس محض پٹنگ کی ٹی۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا سب

ایک لشکر اکبر جہاں پہلے سے تھے۔ اس میں وہ دیکھتے تھے انہیں گاڑیوں کو روک لیتے تھے
 کوئی عمارت نہ ہوتی۔ آپس میں ڈرتے بھاگتے تھے اور گاڑی لکھتے تھے انہیں گاڑیوں میں سوار
 تھے اور وہ سوار تھے یہاں تک کہ انہیں سواروں کی کئی شاخیں تھیں مگر جس کی فوج
 بھی دی تھی جو مسلح تھے۔ انہوں نے گھوڑے میں کھائی دیا تھا جس کی فوج کی تعداد تھی
 فوج والی میں کئی سواروں سے داخل ہوئی یہاں تک کہ انہیں گھوڑوں کا کھانا
 چکی تھی۔ اگر کشتوں کی تعداد لکھ کر جاتی تو اس میں کثرت انگریزوں کی فوج کی نقلی نقل
 حکومت کا اعلان کرتی ہوئی یہ فوج لال قلعہ لائی۔ پھر لوگ جن میں سے کچھ شامل تھا سواروں
 کے حضور میں آئے۔ یہ بادشاہ بھی بھاگنے کی نقل کے ہی بادشاہ تھے مگر چھوٹی بادشاہ تھے سہ
 کی طرح باغیوں سے ہم کام ہونے کے لئے ہم لوگ خواہ مخواہ جسے بھی اپنے ساتھ لے لے لے لے
 گئے اور کچھ ہو گا نہیں۔

مسلم کو وہ اکبر یاد آیا کیونکہ اس کو فتح کرنے میں رہا تھا۔ وہ سب میں کی بار بار تھی
 جو سوار بننے سے انکار کر رہی تھی مگر اس کے انکار میں بھی کوئی خاص دم نہ تھا۔ نہ ریت مل
 شہزادے ہوا اس غمت کی بادشاہت کا خواب بکھتی ہوئی سوسو تھیں اور ان کے حکم پر انہیں
 کا یہ پرتا تبسح اقصیٰ ہوئے مگر یہ بڑا سلامی سے خالی تھا۔ کچھ کایہ پرتا شرب نہیں بلکہ انہیں کے
 فتنے میں لگتا تھا اور شاہ شہزادہ شہزادے کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ بادشاہ علی شہزاد ہی کا اعلان کر دیا
 گیا۔ مسلم کو عالمگیری کی شہنشاہی کا اعلان یاد آیا اس کے مقابلے میں یہ عالمی شخص جانتوں کی
 نقل معلوم ہو رہا عجیب حالات کے گھوڑے ہیں۔

والی پروین عیش کی زندگی سے تنگ آچکے تھے۔ اس کے دوستوں نے اس کے گھر
 پر ڈاک ڈالوا اور مسلم کا انتظار کرنا اب کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔ وہ خود مراد علی بن پین کر اور
 گھوڑے پر سوار ہو کر ولی روانہ ہو گئی۔ کا پور پور توں لکھنا صاحب نے پشورانی کا اعلان کر دیا ہے۔
 وٹھیں نے انگریزوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔ غور توں اور کچل کر مار کر ایک کون میں بھر دیا۔

بزدلی کیس سمجھتوں اور بچوں کو مارے ہیں۔ اس نے دل میں کہا دیکھو اسے منکر دلی پنشن کی
 نفی چتا مشرب حالات میں علی کی طرف جہانے سے وہ گہرائی پہنچا جس نے سنا کہ جس انسی کی
 ملتی نظر دانا اس میں کڑوا ہوا تھیں۔ اس نے اس کے ساتھ شریک ہرچندہ
 پسند وہ ان طریقوں کے ساتھ چلتی اور چلی انسی چلی۔
 یہ سب سے دلی تک باغیوں کا راج تھا اور اس کا کام میلے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ
 جوں کہیں بھی انگریز تھیں ان کو مار ڈالا جائے۔ یہ سب میں بھی بناوت ہوئی تھی۔ یہ سب میں کابو
 ہو رہا تھا ایک کت چھینک کی شکل میں کت کت پر باغیوں کا ایک گروہ تھا انگریزوں کو مار ڈالنے
 بڑا حسرت تھی ان کی فہم کی پاس سے گھبراہٹ تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک مسلمان مولانا
 بڑا ایک نفس پر جھکا ہوا ہے اس آدمی نے سید سے چکر اور پھر لڑھکھا۔ علم پر اس کی
 نگاہ پڑی۔

”کون؟ مسلم؟ اس آدمی نے کہا
 ہاں۔ تم کون؟ اچھا سید احمد خاں؟“ مسلّم نے بہت قریب آکر کہا۔
 ”یہ انگریز ابھی زندہ ہے۔ کوہا سے اٹھا کر اس جنگلے میں لے چلیں۔“
 ”مگر یہ کم بخت انگریز؟“
 ”اس وقت بکشت نہ کرو۔ وقت نہیں ہے میری منہ میں تم کو کچھ سمجھاؤں گا
 اس وقت چلو۔“ چلیں۔“

وہ لوں اس زخمی انگریز کو اٹھا کر جنگلے میں لے گئے۔ جنگل بالکل خالی تھا گلاس بند
 طبع کا سامان موجود تھا۔ ایک مسہری پر انگریز کوٹا کر سید احمد خاں ڈاکٹر کی تلاش میں نکلے
 مسلم ایسا بیٹھا سوچتا رہا۔ اس کا جی اس انگریز کو بچانا نہیں چاہتا تھا۔ انگریزوں سے اسے
 نفرت تھی کیونکہ انگریز مسلمانوں کے دشمن تھے مگر سید احمد خاں سے اس کی ملاقات لال قلو
 میں ہو چکی تھی اور ان کو اس نے نہایت دین اور مخلص انسان پایا تھا اس لئے وہ ان کی

ات لے گئے نہ چھوڑا تھا اور ان کا انتظار کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔
 اسے خبر مل چکی تھی کہ کھانوں میں بادشاہ بلکے ہیں۔ ان کے ساتھ تھے۔ اس کو خیال ہو کہ یہ قین ہیں
 اور بادشاہ کو کچھ کھانے ہوگی۔ جہانسی کی رانی کی بناوت کی خبر بھی دلی پہنچ چکی تھی۔ وہ سہنے دگا
 کہ یہ تمام کھیل خود تو اس کا تھا۔ بادشاہ کبھی آگے نہ بڑھتے۔ اگر زینت مل ان کے کشت
 پر نہ تو اس نے ناما صاحب کو اسکا لے دلی بھی ان کی بیوی نواب بادہ کی ماں تھیں۔ انگریز
 حکومت نفی تو کہیں کی مگر انگریزوں کی سلطنت بھی ایک صورت ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ہم
 دیکھو یہ تھا۔ کیا عورتوں کی حکومت کا دھڑکا تھا؟

وہ یوں ہی سوچ رہا تھا کہ سید احمد خاں سید احمد کے آگے۔ ڈاکٹر نے انگریز
 کو دیکھا۔ اس کی سرم پی کی اسی جنگلے میں ٹھہر گیا۔ انگریزوں میں آیا اور ڈاکٹر سے انگریز
 میں باتیں کرتا رہا۔

سید احمد خاں اور مسلم اب اطمینان سے آکر بڑے سے بیٹھے باغیوں کے اس
 جنگلے میں لے گا اور بالکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس جنگلے کو ختم ہی کر چکے تھے اور اب دوسرے
 مقامات پر انگریزوں کو مارنے میں مصروف تھے۔

”بھئی یہ سب تم کیا کر رہے ہو میری سمجھ میں نہیں آیا۔“
 ”کیوں کیا تم اس عذر کو وقتی طور پر لگ سے زیادہ کچھ سمجھتے ہو۔“
 ”انگریز بار جائیں گے۔“
 ”اچھا مان لیا پھر کیا ہوگا؟“
 ”پھر سب پرانی طرح سے رہنے لگیں گے۔“
 ”ہونکہ کیا آپس میں لڑیں گے۔ ہندوستان کس کا ہوگا؟ بادشاہ کا یا ناما صاحب
 کا؟ اور پھر اس کس کی حکومت میں ہوگا؟ جہانسی کو حریف کا؟ گولیاں کا یا تباہی کس طرف مہلے گا؟“

ہات تو تم ٹھیک کر رہے ہو؟

• دیکھو میاں غور کرنے کا مقام ہے۔ میں لال قلعہ کا دیکھنا چاہتا ہوں مگر زینت محل کیا سرکتی ہیں؟ ہندوستان کی حکومت بہادر شاہ کے بس کی چیز نہیں ہے۔ مرہٹے بھی ختم ہو چکے ہیں۔ صاحب اور بہادر شاہ اپنی نیشن کی واپسی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔ بھارتی کی طرف اپنے گردے ہوئے بڑے کوراجہ بندھے سے آگے کچھ نہیں جاسکتی۔

• مگر انگریزوں کے ختم ہونے پر یہ لوگ اپنا اپنا منہ صاف حاصل کر لیں گے اس میں کیا ہوا؟
"مگر انگریز جاتے گا کیسے؟ پنجاب میں اس کی حکومت مستحکم ہے۔ بمبئی میں ویتا کی کر رہا ہے۔ اصرار کے اختلا میں اس کی فوج کی تعداد کم ہو گئی تھی۔ ایسی سپاہیوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ اب سرگولہ کیل فوج کے گورنری سے چل چکا ہے۔ اس کے پاس بڑی بڑی توپیں ہیں نظم رسلے ہیں۔ عقل ہے۔ ان سب کو الگ الگ شکست دے دے گا دیکھنا۔"

تو یہ غور کچھ نہیں ہوا۔

• بالکل کچھ نہیں۔ پرانے زمانے کی موت کا گھر ہے۔ بس اور کچھ نہیں۔ پرانا زمانہ مرنے سے پہلے یہ یوں سانس لے رہا ہے اور کچھ نہیں۔

• مگر میرا دل انگریزوں کے ساتھ رہنے کو نہیں چاہتا۔

• ٹھیک ہے مگر اب دل کا نہیں دماغ کا دور شروع ہو رہا ہے تم سوچنا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

اور مسلم سوچنا ہوا بنگلے سے باہر اندھیرے میں آکر دلی کی طرف چلا گیا۔

کچھ ہی عرصے کے بعد مسلم کو محسوس ہوا کہ ہندوستانی بھانڈوں کے گھوڑے چھوٹ چکے۔ بہادر شاہ باہر کی اولاد تھے یعنی گھوڑا چھوڑنے والے بھانڈوں کی طرح گھوڑے کی بوباس سی رکھتے تھے۔ انگریزی فوج نے بابر کے ذہن کو اپنا یا تھا اور اس کو ترقی دی تھی۔ اس کے پاس ٹیٹلر ہی اب بہترین توپیں تھیں۔ اس نے دلی کے کشمیری دروازے پر گولہ باری کی اور اتنی ہی جلدی فتح حاصل

کر لی تھی جلدی بابر نے ہانی پت کے میدان پہنچے حاصل کی تھی۔ بہادر شاہ کے دہلی کے گولہ باری اور دی اور بہادر شاہ خود کو تیر کر کھینچ کر لے گیا۔ بہادر شاہ نے دہلی کے گولہ باری کے لٹ گیا۔ مسلم نے وہ بنگلہ میں چاہا۔

رومیکہ خاندان میں وہ اب مجید الدین خاں کے یہاں جلاوطن ہو گیا۔ اس نے ایک عرصے تک کی نقل تھی۔ باغیوں کا بڑا شوق تھا اور ان کے پاس دہلی تھے۔ انھوں نے انگریزوں کا مقابلہ کیا مگر جلد ہار گئے۔ ان کے ایک عزیز کو انگریزوں نے مار لیا تھا۔ جھٹلنے لگے انھیں پکڑا دیا۔ انھیں تین تین توپ کے منہ پر بندھا رکھا اور صبر سے دن گزارا۔ ان کے لڑکے اور لڑکیاں خاں کے ساتھ مسلم بھی بھاگ گئے۔ وہاں سے پورے پورے انھیں پکڑا دیا۔ مسلم دہلی کے گولہ باری کی طرف چلا۔

کھنڈوں میں باقی تعدادوں کو جمع کر کے دہلی میں شاہ کی بیگم سلفست کے وقت گئے تھے۔ مذہبی پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزی فوج کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انگریزی فوج نے عالم باغ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر ہندوستان کے پرکاشی دیر لڑائی ہوئی مگر نہیں ہو سکی۔ کھنڈوں میں بھگت دے لگے۔ مسلم اپنے محل پر آیا۔ اس پر اس کی خاص دشمنی شکست خیز کا قبضہ تھا۔ نے ایک پورا چکر قائم کر رکھا تھا۔ ایک ورجن نہایت حسین لڑکیاں آگے آگے تھیں۔ گولہ باری اور دھماکوں کی آمد و رفت میں وقت گزرتا تھا۔ شکست خیز نے اسے بتایا۔ رانی آپ کے حکم کے بموجب دلی روانہ ہو گئی تھیں۔ ان کے ساتھ جو لوگ گئے تھے ان میں کا ایک کاہنہ رہے واپس آیا اس سے معلوم ہوا کہ رانی صاحبہ بھارتی پہنچ گئیں۔ شکست خیز نے جوارات کا ایک صندوق مسلم کو دیا جو پر دین امانت کے طور پر رکھو گئی تھی۔ شکست خیز نے یہ بھی کہا۔ آپ کو اپنا محل مبارک ہو جس میں سے یہاں رہیے۔ مگر مسلم نے جواب دیا۔ میری وجہ سے یہ گھر بھی لوٹ لیا جائے گا میں یہاں نہ رہ سکوں گا تم کو گھر مبارک ہے۔ اور وہ ایک حالت جوارات

نے دیکھا جیسی نہ تھا اکہم سے دلا وہ ہو گئے تھے۔

روڈ دھوپ کے بعد پھر اس کے حوالے کر دی گئی۔

پروین یہ سارا کھیل عورتوں کا تھا اس لئے پھرین سے کہا۔
"ہاں تو کچھ ہے۔"

"مرد بھانڈے والے کے گھوڑے دوڑا کر رہ گئے۔"

"مگر عورتیں بھی تو کچھ نہ کر سکیں۔ آخر مردوں کے تابع رہیں۔"

"مگر اب تم ہی آگے آتی جاؤ گی تمہارا صندوق میرے پاس ہے۔ تم جو چاہو اس

سے خریدو میں تمہارا دست بگڑوں گا اور کیا کر سکتا ہوں۔"

پروین ایک نئے انداز سے کھل گئی۔ وہ مسلم کے ساتھ روانہ ہوئی تو یہ معلوم ہوا
تھا کہ وہ رانی تھی اور مسلم اس کا ملازم تھا۔

کھانا پھلے کر روانہ ہو گیا۔
اب آباد کو انگریزوں نے اپنی فوج کا مرکز بناد رکھا تھا مسلم کے قریب ایک گاؤں

بنا ایک چار کے گھر میں چھپا رہا۔

پروین جھانسی کے قلعہ میں رانی کے ساتھ تھی۔ انگریزی فوج نے اس قلعہ کو گھیر لیا۔

رانی جہتی رہی۔ آخر انگریز قلعہ میں گھس گئے۔ رانی کچھیں بائی اور پروین کچھ چپاہوں کے ساتھ

قلعہ کے چورہ وازے سے نکل کر بھاگی اور گوالیار کے سردار تانیا ٹوپی سے جا ملی۔ ناما صاحب

پرویز اب باندہ بھی تانیا ٹوپی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ محاذ بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔

انگریز جنرل سر سیر رڈ نے اس کا سخت مقابلہ کیا کئی جنگیں لڑائیاں ہوئیں۔

مگر جیت آخر انگریزوں ہی کی رہی۔ کچھ بائی کے ساتھ پروین بھی لڑتی رہی۔ رانی بہت زیادہ

زخمی ہوئی تو وہ اسے ایک باغ میں لے گئی۔ رانی یہاں پروین کے گھٹنے پر سر رکھے دم توڑ رہی تھی

مگر سیر رڈ کی فوج یہاں آگئی۔ انگریز جنرل گھر گیا۔ رانی مر گئی۔ اس کی فوج نے رانی کو سلاسی

وئی۔ اس نے کہا: یہ باغیوں میں شب سے زیادہ بہادر تھی۔ رانی کی نعش کو جلانے کے بعد

پروین کو بھی قید کر کے الہ آباد پہنچایا گیا۔ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کے ساتھ برا سلوک

کیا تھا کہ انگریزوں نے ہندوستانی عورتوں کو بڑے احترام سے رکھا۔

مسلم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پروین انگریزوں کی قید میں ہے مگر وہ اس تک نہیں پہنچ

سکتا تھا۔

کچھ دنوں میں انگریزوں نے ناما صاحب والے مخاؤں پر بھی کامل فتح حاصل کر لی مسلم

نے اپنے بار میں کہا: یہ گھوڑوں کی نقل ختم عجب عجوب حالات کے گھوڑے تھے۔

لارڈ کنیاگ والٹر کے ہند نے الہ آباد میں ملکہ وکٹوریہ کا اعلان سنا جس میں تمام

باشیوں کو حاف کر دیا گیا تھا۔ اب مسلم کو پوشیدہ رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ پروین کو چال

کونے کے لئے چلا۔ اس نے ہر طرف ملکہ وکٹوریہ کی تعریفیں سنیں۔ تمام لوگ اس ملکہ کے عجیب کو انظر

١٠٠

اللہ آباد کے سرکار کے ایک سپرنٹنڈنٹ کے بت کے کہ جہاں ایک سیان بڑ
 لگا ہوا تھا جس پر کھانا تھا مسٹر ایچ ایم مسلمان بی کے (ایک) نے ایک لاکھ
 کے پوریکو میں ایک وکٹوریہ گاڑی کھڑی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس میں ایک صاحب الزینت
 مسٹر ایچ ایم ایچ پھیلپس کے گاڑی کے ساتھ ایک لاکھ کے ایک سیان بڑ لگا
 پر چڑھا گیا۔ گاڑی کے گاڑی کے پاس ایک لاکھ کے ایک سیان بڑ لگا
 چلے گا۔ جس پر پھیلپس کے گاڑی کے ساتھ ایک لاکھ کے ایک سیان بڑ لگا
 کافی دور جا کر گاڑی ایک جگہ پر رکھی۔

کیا معاملہ ہے؟
 کون سی ملکہ ہے؟
 میری سہیلی میں نہیں آؤں گی۔

تم کہ نہیں سمجھتے! عجب بے حس و حال بن کر گیا ہے۔ یہ لاکھوں روپے
قرض میں سے کھانا کھانا کوڑا ہی بڑی شکل سے ہوتے ہیں! اس پر کچ بکس
کی طرف رخ کر کے بولے: اے عظیم قیودہ! ماہرین ہے تجھے مل کر کھانا پھینک دیں۔

١٠٠

• صاحب میری بھیجی کہنا میں آؤت۔
 • سیدھی مسجد میں لکھا ہے اور تیری بھیجی میں نہیں آئیں۔
 • میری سیدھی میں لکھا ہے کہ میں آؤت۔ اور صاحب نے لکھا ایک ہی ہے
 آئیں کر بھیجے۔ لا چکا آئے۔ پورا گھر کا چکر پھیلان میں۔
 چسکر؟

• ہاں صاحب بالکل چکر عجیب چکر آئے۔
 • چکر؟ محترمہ نے کہا

• اللہ کا نام لے کر ہم اس شرک پر چلتے ہیں کہ جو جن نے کہا اللہ جل دیا ہوا
 چنتی گئی۔ پھر ایک چنڈا ہے پر رکی۔ پھر شکل سے چلی۔ پھر چکر کھاتی رہی۔ مشر اور مشر جھٹا
 ہے۔ تم نہیں سمجھتے۔ تم نہیں سمجھتیں کی پکار رہی۔۔۔۔۔ آخر کو گورنمنٹ ہاؤس
 پہنچ ہی گئے۔

لفٹ گورنمنٹ سب نے ہاتھ کاٹے ٹیشنل ایجنٹ کیا۔ چائے کی پارٹی منے لگی۔
 ایک میز پر مسلم ٹیبلے تھے۔ ان کے پاس اکثرین اور صاحب بیٹھے ایک لمبے سرسید پڑا
 کام کر رہے ہیں۔ چنڈا خوب جمع کرتے ہیں۔ چیاں جاتے ہیں اپنی ٹوپی بھر کر واپس آتے ہیں۔
 کالی بنا ہی لیا۔ آدمی ہوتا ایسا۔

• کالی! دو سرے بولے۔ اکبر نے خوب کہہ ہے۔

انسوس کہ فرعون کو کالی کی۔ نہ سو بھی
 ہوں قتل سے لڑکوں کے وہ ہذا نام نہ ہوتا

یہ سب انگریز کا کیا دھڑا ہے۔ سرسید انگریز کے ایجنٹ ہیں۔

• میری والدہ تیسرے نے کہا کہتی ہیں یہ اس مومے کو کیا ہوا۔ سید مومے
 چسائی ہو گیا۔ سید احمد سے سرسید نام کر دیا انگریزوں نے۔

ایک طرف ایک میز پر چار فرسٹ میبلے تھیں۔ ان میں سے دو ہی ہوتی ہیں۔ ایک ہندو
 صاحب نے کہا۔ تمہارے پاس نے یہ کیا کیا کیا ہوا۔ سب وہ پتہ لگا دیا کہ گورنمنٹ دیا۔
 • میں نے کئی رہی گروہ لیسے تم نہیں سمجھتیں۔ شیراب بارشری میں انھوں نے بہت
 کا سب ہے۔

• گورنمنٹ کا بھگت سے کی جڑ۔ تیسری نے کہا۔ بنارس میں ہندو کالج بھی اس
 کے مقابلے میں بنے گا۔ کیا ہو گا میں کہتی ہوں۔

• میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ عجیب چکر شروع ہوا ہے۔ ہندو نے کہا
 مسلمان کر سی سے اٹھا۔ کچھ دن پہلے میری والدہ نے جسے سات آٹھ صاحب
 رجو دتے۔ انھوں نے کہا: آؤ بھائی مسلم! ادھر آؤ۔
 وہ ان میں شامل ہو گیا۔

• سرسید تھلہ قوم کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ ایک ہندو صاحب نے کہا
 • قوم کی۔ ایک مسلمان بولے۔ قوم کو خواب کر رہے ہیں۔ کافر کہیں کے اکبر نے
 ڈب کہا ہے۔

مذہبی درس الف بے ہو علیگڑھ تے ہو

سب مسلمان چسائی ہو کر رہ جائیں گے۔

• لکھنؤ میں اور چنڈا خوب خوب لکھ رہا ہے۔ میری بھریا

• تم لوگ اپنے دوست کو نہیں پہچانتے۔ وہ اپنی جان دیے دے رہا ہے اور تم
 لوگ اسے بڑا کہہ رہے ہو۔ ہندو نے کہا۔

• مولوی فدی احمد نے ابن الوقت لکھی ہے خوب۔ ابن الوقت سرسید میں لکھ رہا ہے۔

ترش کن پہلے خود پروٹ ڈاسن دپتوں

کہ سرسید خبردار دزراہ در رسم منزل ہا

”یہ سب دیکھ کر گئے مگر برتید اپنی کئے جاتے گا۔ کامیاب ہو کر رہے گا۔“ مسلم نے کہا
 ”ہاں تم تو بالکل انگریز ہو گئے ہو۔ تمہاری بیگم ہی پردہ نہیں کرتیں۔ اکبر نے خوب کہا
 تمہاری بیگم کو دیکھ کر کہا وہ جھوٹے بتا رہے تھے۔“

یہ پردہ کل جو آئیں نظر پسند بی بیان
 اکبر زمیں میں غیبت قومی سے گر گئی
 کہنے لگا کہ آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
 کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

”واہ۔ واہ۔“ کہہ کر سب جیسے مسلم خاموش رہا۔

”بھائی میری بیوی سے میں نے پردہ توڑنے کو کہا تو بگڑ گئی۔“ ایک صاحب نے
 اب تک خاموش تھے بولے۔

”اکبر نے اس پر بھی کہا ہے۔“

پرخے کا مخالف جو شاول اٹھیں بیگم
 اللہ کی مار اس پر عسلی گڑھ کے حوالے

”آپ لوگ کچھ کہیں مجھے تو مسندس حاتمی نے پھر کا دیا۔“ مسلم بولا
 ”مسندس واہ کیا شاعری ہے۔“

نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا

مرا ہی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا

کیا شاعری ہے۔ نیچول شاعری۔ اماں سیدھی سیدھی شریکیں نہ لکھو کیا لغوی ہے

ایک کالیستہ صاحب لپکتے ہوئے آئے اور بولے ”عجیب دور ہے کوئی کچھ کہتا

ہی نہیں ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے۔“ یوڈونٹا انڈر اسٹینڈ کا ش کوئی آدمی ایسا رہا

کہ جو کہتا ہم سب سمجھتے ہیں۔ واہ۔“

”سرسید ایک آدمی ہے جو کہتا ہے: ”مسلم نے کہا
 ”بھگوان جانے۔“ کا کستہ لپٹے۔“

پھر نینڈ بجا۔ لوگ اٹھے۔ لفٹنٹ گورنر سے باتھ ہاؤس کے اپنے گھر جانے
 گئے مسٹر مسلم اور مسٹر مسلم ہی اپنی گاڑی میں آکر بیٹھے۔ گاڑی چلی۔ اب اس نے زیادہ جکر
 نہیں کھائے اور جنگلے کو واپس پہنچ گئی۔

کپڑے بدل کر مسلم اپنے آئس کے کمرے میں آیا۔ مین برتنڈیا الاغلاقی کا پرچہ کھا
 تھا۔ اس نے پڑھا۔ پھر مین کی دراز سے ایک کاپی نکالی اس میں لکھتے دیکھا۔ سرسید بہت بڑا
 آدمی ہے۔ تو اس سے نہیں بھگتی نہ سمجھے۔ وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ دھوکے کے ساتھ کر رہا ہے۔ زندگی
 کے ہر شعبہ میں تبدیلی لا رہا ہے۔ کیا نثر ایجاد کی ہے۔ اس کے ساتھی حاتمی نے شاعری کا رنگ
 بدل دیا۔۔۔۔۔ کوئی کچھ کہے میں اس کو دھچکڑوں گا۔ وہی اب تو م کالیڈ رہے۔۔۔۔۔

اتنے میں اس کے کچھ موکل آگئے اور وہ ان کی طرف رجوع ہو گیا۔

رات میں کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آیا۔ اس میں اس نے انگریزی
 ادب کی بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ اس دور کے انگریزی شاعر ٹینیسن، براؤننگ
 اور آرنلڈ سے اسے خاصی دلچسپی ہو گئی تھی۔ ناول نگاروں میں اسکاٹ اسکافیرڈ تھا
 اور اس کی تمام ناولیں اس کے پاس موجود تھیں۔ ٹوکسن اور ٹھیکرے کی بھی جدید چھاپیں
 اس نے پڑھی تھیں۔ آرنلڈ کے اثر سے اسے دوسرے سے بھی رغبت ہو گئی تھی۔ مناظرہ
 سے دلچسپی اس کو ہمیشہ تھی مگر دوسرے سے تھکی نظر نے اس میں قدرت سے عجیب قسم کی عجز
 پیدا کر دی تھی۔ اسے سنگم پر لا دیا ہر پل پر ایک عجیب قسم کی دکھائی دیتی تھی۔ دوسرے تھکی اپنی
 بیوی پر نظم سے زبانی یا دھتھی اسے محسوس ہوتا کہ یہ نظم اس کے پروین کے تصور کی ترجمان
 نظم کا پہلا حصہ اسے اس وقت کی یاد دلاتا تھا جب اس نے پروین کو پہلی دفعہ دیکھا تھا اور
 اس بیت پر سر دھنسنے لگتا۔

A dancing shape an image gay,
To haunt, to startle and waylay

ہر عین اس کے پاس آئی۔ اسے نظم کے آخری حصہ کا خیال آتا۔ وہ اس کے لئے
دی کہ ہوئی تھی جو رڈ سورتھ نے اس بیت میں بتایا ہے

A perfect women nobly plann'd
To warn, to comfort, and command.

مگر آرنلڈ کی تنقید کے باوجود انگریزی شاعروں میں اسے سب سے زیادہ مرغوب
شبلی تھا شبلی میں اسے عرفی اور غالب کی مدح دکھائی دیتی۔ وہی گرمی۔ وہی بے چینی وہی
مادرانی تخیل وہی دل میں گھس جانے والا رنگ شبلی کی "اوڈ لوڈی دست" وونڈ" اسے
کائنات کے اصول کا ایسا عجیب و پر اثر نقشہ معلوم ہوتی جیسا اسے کبھی کہیں نہ دکھائی
دیا تھا۔ اسے پوری نظم زبانی یاد تھی تعمیر اور تخریب کا چکر جس الہام کے ساتھ اس نظر کے
آسمانی ناگ سے ادا ہوتا تھا ویسا اس نے کبھی پہلے نہ دیکھا تھا اور نہ محسوس کیا تھا اگر
نے اسے یونانی ادب کی طرف بھی رجوع کیا تھا اور اس نے یونانی ڈراموں کے ترجمے بھی
پڑھے تھے۔ مگر ڈرامہ نگاروں میں شیکسپیر اس کی جان و روح میں پرست ہو گیا تھا۔ کوئی
دن نہ جاتا کہ وہ شیکسپیر کے کسی ڈرامے کا کوئی حصہ نہ پڑھتا۔ انگریزی تہذیب اور انگریزی
زبان سے وابستہ ہونے کا وہ سب سے بہتر حاصل یہ سمجھتا تھا کہ اس کو انگریزی ادب
سے واقفیت حاصل ہوئی۔

مگر اس موضوع پر جب وہ کسی انگریز سے بات چیت کرتا تو دیکھتا کہ جاہل مغزو
اپنے ادب سے ناواقف ہونے پر بھی کہتا۔ "یو ڈوناٹ انڈر اسٹینڈ اوڈر لیچر" اسے برا بھلا

کئی دن وہ انگریزی ادب سے الگ رہتا۔ وہی۔ عارفانہ عرفی۔ تیر۔ غالب و غیرہ کے کلام
پڑھتا مگر خیال آتا کہ انگریز یہ نہیں جانتا کہ ہندوستانی اس کی بہترین تہذیب کو اپنانے اور اس طرح
آزاد ہونے کی سوچنے لگے۔ اس نے انگریز ہندوستانیوں کو اپنے تمام علوم کو سمجھنے تک گاہل
نہیں بنانا۔ یہ خیال آئے ہی مسلم اور شہوت کے ساتھ انگریزی ادب میں منہک ہو جاتا۔

ادب کے ساتھ ساتھ اس نے تمام علوم سے بھی پوری واقفیت حاصل کر لی
تھی سائنس کے تمام اصول وہ جانتا تھا۔ آبل ہورڈ ایلن سے خوب واقف تھا۔ آج کل ہندو
کی اقتصادیات اور ہندو کی سیاسیات میں بھی دلچسپی رکھتا تھا۔ ہر علم کی بہترین کتابیں
اس کے پاس تھیں اور اس نے انہیں شوق سے پڑھا تھا۔ فرحیہ اند جمن زبانیں بھی سمجھتی
تھیں اور ان کا ادب پڑھتا تھا۔

اسلام کو وہ انتہائی تنقیدی نظر سے دیکھتا تھا۔ نماز روزہ کو فضول سمجھتا تھا۔ پیغمبر
اسلام پر انگریزوں کے اعتراضات اسے صحیح معلوم ہوتے تھے ہندو مذہب کی کتابوں کے
انگریزی ترجمے اسے بہت اچھے لگتے۔ ہندو مذہب اسے نہایت ہی درجہ قدرتی معلوم
ہوتا۔ ہندوین اور وہ ہا بھارت کے قصے ساتھ پڑھتے۔ ہندو رسوم میں بھی وہ شریک ہوتے
لگا تھا غرض اس کا ذہن انرگی اور اس کا ایمان زنجاری ہوتا جا رہا تھا۔ **☆** پیرینہ اب اسے
قدرت کا ایک اشارہ معلوم ہوتی۔ شلکم کی اور دو آب کی روح نظر آتی۔ اس کے لیے بے
بال زندہ خیزی کا اس کی بڑی بڑی آنکھیں زندگی کا اس کا جسم تمام جزا انسانی حالات
کا مجسمہ دکھائی دیتا۔ وہ بیوی تھی۔ وہ اس سے محبت ہی نہیں کرتا تھا بلکہ پوجا بھی تھا۔
وہ عجیب طرح سے اس پر حاوی تھی۔ اس کی زندگی کے ہر کام پر قابو رکھتی تھی۔ وہ اس کے
سامنے کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ جو وہ کہتی وہی وہ کرتا اگر وہ یہ شعر پڑھتا ہے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تاکس نہ گوید بدازان من دیگرم نو دیگرم
اسے محسوس ہوتا کہ وہ اس عالم میں بیچ چکا تھا۔

وہ صبح تڑکے اٹھا۔ اکبر کا یہ شعر اس پر پورا اترتا تھا کہ
کہیں باقی ہے ہم میں وہ اور اور محمد گاہی
ذلیفہ کی جگہ یا پائیر یا آئی ڈی ٹی ہے

پایز اخبار جس کو روڈ یارڈ کپلنگ ایڈٹ کر رہے تھے، اس کے سرانے رکھا تھا۔
وہ پڑھنے لگا۔ یہ اخبار بھی نئے دور کی عجیب چیزوں میں تھا۔ اس سے تمام ملک کے حالات
ایک نگاہ میں معلوم ہو جاتے۔ اسے اخبار ایک ایسی معلوم ہوتا جس پر دنیا کے حالات کا ڈراما
نٹ نئے رنگ میں دکھائی دیتا۔ اس نے اور پروین نے بیٹے کر لیا تھا کہ الہ آباد سے باہر
کبھی نہ جائیں گے اور اب نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ ملک جو ان دونوں کو بلاتے اور جانا پڑتا
مگر دنیا کی سیر کا شوق اب پہلے سے کہیں زیادہ تھا۔ یہ شوق اخبار سے پورا ہو جاتا۔ اخبار کو
اور ادھر گا ہی کی جگہ رکھنے کا فیصلہ یہ بھی ہوا تھا کہ اگر پوری دنیا نہیں تو پوری قوم سے دلچسپی
کی جگہ آگئی تھی۔ جیسے پہلے زمانے میں اللہ کی طرف رجوع اور اللہ سے محبت سب سے زیادہ
اہم چیز تھی ویسے اب قوم کا خیال اور قوم سے محبت ایمان ہو گئی تھی۔ پہلے خود کو خدا میں
جذب کر دیتا تھا اب خود قوم میں جذب ہو جانا تھا۔

قوم جو کچھ کر رہی تھی اس کا کھیل دنیا کے معنوں پر ہوتا ہوا دکھائی دیتا۔ اسے ایک نئی
سوچ بھی آتی وہ یہ کہ وہ تمام اہم چیزوں کی کٹنگ نکال لیتا اور اپنی ڈائری میں چپکا جاتا تھا۔
ایسا ہی کہ اس طرح تو میڈیا کے کارکن اس کے پاس محفوظ ہو جاتے گا۔ یہ رشتہ کڑا اور
کے پاس ڈائریوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ان میں سے اہم ترین معنوں کو
اگے کر لے اور ایک جگہ میں بندھو لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے جگہ کے کچھ معنات
میں اور ہلال نپیل سے نشان لگا دیے تھے ان میں ہر سال نہیں تو ہر دو سال ضرور چند
اہم منظر شامل ہوتے رہتے۔

اکبر کے زمانے میں اس کے کردار کا روحان ادب کی طرف تھا۔ مگر وہ خود کبھی ادیب
نہ ہو سکا تھا۔ اگرچہ ادب سے شوق نے اسے بھی تخلیق کی طرف رجوع کر دیا تھا۔ اس نے
ان تمام جمع کی ہونی کٹنگ کو مڑا کر کے ایک سیریل ڈرامہ سنا بنا یا تھا۔ ایک طرف پراس کے
پورے تجربے کو پیش کرتا تھا۔ اس کو سیریل ڈرامہ کہنا بھی غلط ہے۔ یہ ایک ایسی صنعت تھی
جو بالکل نئی تھی حالانکہ اس کو ڈرامہ کہا جاسکتا تھا۔ انگریزی ادب نے ہی اسے لفظ ڈرامہ
سکھایا تھا اور اس کی تصنیف کا موضوع آزادی تھا۔

مقام سین۔ گنگا جمناسٹنگم
شیکسپیر کا ایر کی آزادی کا گیت گاتا ہوا آتا ہے۔

Where the bee sucks, there suck I
In a cowlip's bell I lie :
There I couch when owls do cry
On the bat's back I do fly
After summer merrily :
Merrily, merrily, shall I live now
Under the blossom that hangs on the bough.

And in thy right hand lead with thee
The Mountain Nymph, sweet Liberty.

(اور جو ڈل پیس انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھتا ہے)
ہیوم: یہ جماعت ہندوستان میں قومی تصور کی تعمیر کرے گی۔ اس میں ہندو
مسلم سب شامل ہوں گے۔ ہندوستانی ایک نیشن ہیں۔ رفتہ رفتہ قومی فہم داری
کوسٹیا ہونے کے قابل ہوں گے۔ ان کو ان کے ملک کی حکومت سپرد کر دی جائے گی۔
ہندوستان کے لوگ ایک بھیر کی صورت میں داخل ہوتے ہیں اور لبتیک لبتیک
کی دہلند ہوتی ہے) سر سید کہتے ہیں۔
سر سید: بابی قوم کو سیاسی کاموں کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے۔ ابھی تعلیم سے
تعمیر کی ضرورت ہے۔

(ان کی آواز بھیر کی آواز میں گم ہو جاتی ہے۔)

لارڈ کرزن وائسرائے داخل ہوا

کرزن: بنگال کا صوبہ بہت بڑا ہے اس کے دو حصے کر دیے جائیں مغربی
بنگلہ۔ مشرقی بنگال۔

ہندوستانیوں کی بھیر میں سے بنگالیوں نے الگ ہو کر نہیں بنیں۔ ہمیں کاشور بچایا۔
بھنگم چند (چٹوڑی): بندے ماترم
(تمام بنگالیوں کے زور زور سے یہ نعرہ لگایا)

کرزن: عدلیہ شمالی مغربی اور اودھ کا اب نام یونائیٹڈ پرووینس ہو گا۔ یورپی
یورپی: اس کا دارالسلطنت ہو گا۔

(مسلم: ہر دین اب ہمارا صوبہ یورپی ہے۔ آج یورپی۔ اُمم ہر دین سب یورپی ہیں
ہوئے۔ تم کو یورپی کہا کروں گا۔ یورپا دیوی۔)

یورپا: کیسا اچھا نام ہے۔ مسز یورپی مسلم۔ آبا بابا
مسلم: ہم انہی کے گلاب اصناف اور آزادی حاصل کریں گے۔ ہمارا سنگم
پورے ہندوستان کا مرکز ہے۔

محمد علی شکر علی بھٹو: ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خاں، حسرت موہانی، سکرٹری
اور اکلرام آزاد، میاں محمد شفیع داخل ہوئے۔

سب: ہم کانگریس کی پالیسی پر عمل کریں گے۔

لارڈ کرزن وائسرائے آیا

ہندوستانیوں کے گروہ میں سے مسلمان الگ نظر آئے اور ایک ایڈریس پیش کیا۔
ہم مسلمان الگ قوم ہیں ہمیں الگ حقوق دیے جائیں۔

منٹو: اس پر غور کیا جائے گا۔ مگر ہندوستان کی سب قومیں ایک ہیں تو اچھا
مسلمانوں نے لیگ کے اجناس کئے۔ ڈھاکہ، کراچی، لاہور، دہلی، الہ آباد
لکھنؤ، امرتسر، ناگپور۔

سب لیڈروں نے کہا: لیگ اور کانگریس کی توہین مشترک ہوگی ہند
مسلم اتحاد کی سٹی جاری ہوگی۔

ملک: موٹی لال ہنر۔ ہاتھ لگاؤ۔ لالہ لاجپت رائے جو ان جواہر لال نہرو
سر جنی نائیڈو داخل ہوئے۔

(حسرت موہانی اور ملک نے ہاتھ ملائے۔ ہاتھ لگاؤ کے محمد علی نے چرن
چھوئے۔ جواہر لال محمد علی کے سر پر ہاتھ ملے۔ لالہ لاجپت رائے کو سبٹ لگے لگایا۔
"ہندو مسلم اتحاد زندہ باد ہندو مسلم ایک ہو۔ ہندو مسلم ایک ہو۔ عوام نے نعرے

جناح اور سرحدی تائیڈ میں بڑا ربط نظر آیا سرحدی نے ایک نظم پڑھی

شہنشاہ جابج پنجم اور ملکہ میری کی دہلی میں تاجپوشی

وابند رناتھ ٹیگور وگن من جن ادھیانک جیا ہے بھارت بھاگ
روہانا شہنشاہ ہند زندہ باد: عام گروہ نے ٹھوسے لگا کے۔

مسلم لیگ کا اجلاس محمد علی جناح کی صدارت میں

جناح: کانگریس اور مسلم لیگ میل جول کے ساتھ ملک کی آزادی اور فلاح
بہبود کے لئے جدوجہد کریں گی۔

جنگ عظیم کے گہرے و غنے لگے۔ گروہ میں سے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں
لوگ فوج میں شامل ہوئے۔

برج نائن چکبست لگاتے ہوئے گئے۔

ہاں دیران وطن دھاک بٹھا کر آنا ملتظمہ جرمن خود میں کا بیٹا کر آنا

تیسری تخت کی بنیاد بٹھا کر آنا نہریاں خون کی برہن میں بہا کر آنا

یہ ہی گنگا ہے سپاہی کے نہانے کے لئے

دھارنوار کی ہے پار لگانے کے لئے

مولانا محمد علی آگے بڑھے۔

محمد علی: بنگلہ عظیم ختم ہوگئی۔ انگریزوں نے ترکی کے خلاف تشدد کو کرنا شروع
کیا۔ خلافت کو ختم کر دیا۔ اس کے خلاف قدم اٹھایا جائے ترک موالات کی تحریک
شروع کی جائے۔

گانڈھی: ہم ترک موالات سید گروہ سے حکومت کے خلاف پرامن مقابلہ
اور نافرمانی کریں گے۔

گروہ کی آواز:-

بول استاں محمد علی کی

جان بیٹا خلافت پر دیدو

(چندہ ہونے لگا۔ مسلمان جو رتوں نے اپنے زیرِ پاٹ دے دیے۔

لارڈ چیمفورڈ وائسرائے داخل ہوئے۔ حکومت ہند نے رولٹ ایکٹ
پاس کر دیا)

مہارستائوں کے گروہ میں شورشیں بہا ہوئی سرکاری عمارتوں میں آگ لگائی
گئی۔ لارڈ چیمفورڈ نے جلیا قوال باج امرتسر میں قوم پرستوں کے جلسے پر مبنی

چلائی۔ چار سو مارے گئے۔ بیگم جون زخمی ہوئے۔ جلوس اور جلسے پر پابندی لگا دی گئی۔

لارڈ ریلنگ داخل ہوئے

ریڈنگ: ترک موالات کے تمام لیڈروں کو قید کی سزا۔
عوام کی آواز:-

کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی

ہم تو جانتے ہیں دو دو برس کو

(گانڈھی جی لنگوٹا بانٹھے ہوئے چرخ چلاتے ہوئے نظر آئے۔ عوام نے
گانڈھی ٹوٹی اور کھنڈ کا کرپا پہن لیا۔)

[مسلحہ:- یو پا دیکھو میں یہ کھنڈ کے تھان لایا ہوں۔

یو پا:- میں ان کی ساڑیاں بناؤں گی اور تمہارے لئے کرتے اور ٹوپی۔

مسلم: گھر کے پردے اور فوجی کے خلاف۔

یو پا:- ہاں ہمارے گھر میں کھنڈ کے سوا کچھ نہ نظر آئے گا۔]

اقبال لگاتے ہوئے آئے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
ہم بلیس ہیں اس کی یہ گستاہاں ہمارا
چکیت :-

اس خاکِ لہنیس سے چٹے ہوئے وہ جاری
چین و عرب میں جس ہوتی تھی آبِ یاری
سارے جہاں یہ جب تھا حرکت کا ابطاری
چشمِ چراغِ عالم تھی سسز میں ہماری
شمعِ ادب نہ تھی جب یونان کے انجن میں
تاباں تھا ہر دانش اس وادی کہن میں
پنڈت مدن موہن مالویہ یہ پرشوتم داس ٹنڈن داخل ہوئے۔

مالویہ : ہندو ایک قوم ہے۔ بنارس میں ہندو یونیورسٹی بننا چاہیے
ٹنڈن : اردو مسلمانوں کی زبان۔ اس کا رسم الخط قرآن کا رسم الخط ہے اور
اس کے الفاظ عربی فارسی ہیں۔ ہماری زبان اردو نہیں ہے ہندو
[یو پا : یہ کون بھوت آگئے ہیں۔ یہ سب گڑبڑ کر دیں گے۔
مسلم : یہ لاد ڈرینڈنگ کے سمجھو ہیں۔ کڑا اٹلڈ کے گر گئے ہیں]
آل پارٹیز کانفرنس

تمام لیڈر : حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ ملک کو خود مختاری کا کل آزادی دیکائے
پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جائے جو رپورٹ پیش کرے
[مسلم : یہ نہرو رپورٹ تو ہندو راج چاہتی ہے۔

یو پا : سید حسن کے معاملے سے پنڈت جی خفا ہو گئے۔

مسلم : کچھ ہو۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ مسلمان ہندو راج کے سچے غلام بن جائیں۔

یو پا : یہ تو برا ہوا انگریز..... [.....]
(گاندھی جی ملک بنا نے جارہے ہیں..... مسلمان ان کے ساتھ نہیں ہیں)
سامن کمیشن داخل تھا ہے

نگہنیوں اور غباروں پر SIMON GO BACK نچا ہوا اڑا ست گئے
سامن : سب فرتے الگ الگ رکھے اور الگ الگ مطالبے رکھتے ہیں۔ آزادی
کے مطالبے کو زیرِ غور رکھا جائے
جناب : ہمیں حکومت برطانیہ کی باتوں میں خلوص و سچائی نظر نہیں آتی۔ اس لئے ہمیں
اس پر اعتقاد نہیں۔

مسلم لیگ

جناب : میں چاہتا ہوں کہ مسلمان زمانہ کی چالوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اپنی قسمت کا
فیصلہ کرنے کے لئے ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں سب مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ایک
ایسا قاعدہ وضع کرنا چاہئیں جسے وہ اپنا سچا نصب العین سمجھیں اور پوری دنیا کی
کے ساتھ ملک بھر کے مسلمان سچے دل سے اس پر چلیں۔
اقبال :

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

[مسلم : یو پا اب سب قصہ ختم ہو گیا۔

یو پا : بڑا برا ہوا مگر دیکھو۔

مسلم : کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا چکر تھا۔ چکر [

اکتبر :-

گاؤ ما کا ٹھکانا گاندھی بابا نے کیا شیخ جی کا ادنیٰ کس کل بیچتا ہے دیکھئے۔

اس طوٲا آرسے ہر نظم میں بھی عمدت سے نگہ رعلق و کھائی دیتا تھا۔ مگر اقبال
نرمی شاعر تھا۔

شاعر نگہیں خواہے دیرہ بینائے قوم
اور تعمیر بدو۔ "شکوہ جواب شکوہ" طلوع اسلام، ایک نئی سیاست کا پیغام دیتے
تھے۔ اقبال کے کلام کا زعم عجیب تھا۔ "شکوہ" اور "جواب شکوہ" مسلم کو پڑے یا دہر گئے تھے۔
نیا دہ تر وہ یہ بند پڑھا کرتا۔

عبدلرزاق ہے آتش زن ہر خسد من ہے
ایمن اس کے کوئی صحرانہ کوئی گمشدن ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے
مکت ختم رسل شعبدہ بہ پیرا ہن ہے

آج بھی جو جو براہیم کا ایساں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گستاں پیدا
اسے محسوس ہوتا کہ وہ ہندوستان آنے سے پہلے کے زمانے میں پیدا گیا شروع
دور اسلام کی روح اس میں لگئی۔ وہ مسلم نہیں تھا۔ اسے مسلم ہونا تھا۔ اقبال اسے مسلم بنانا
تھا اور مسلم سیاست سے کنارہ کش ہونا اس کے لئے مشکل تھا۔

وہ پھل خبار پڑھنے لگا۔ انگریز نے ہندوستانوں کو چکوریے کا کام بڑی خطیم کے
ساتھ شروع کر دیا تھا۔ گول مینر کانفرنس ہو رہی تھی۔ گول گول سرہات کو گول کر دینے کیلئے
یہ کانفرنس بلائی گئی تھی۔ مولانا محمد علی جوہر عرصے سے بیمار تھے اس میں شریک ہوئے۔
ان کی تقریر کمال کی تھی مسلم اسے بار بار پڑھتا اور اس کی ادبیت پر جھوم جاتا۔ آخر دیکھنے بھی
ناتھا کہ محمد علی کے پاس مکاؤ لے کا قلم ہرک کی زبان اور نولین کا دل تھا۔ محمد علی کی تقریر کا
ہر حصہ اس نے خاص طور پر نوٹ کر لیا تھا۔

۳

مسلم نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی ادب کی طرف توجہ دی حسرت کی
غزلیں اسے بہت اچھی لگیں خاص طور سے یہ غزل:
حن ہے جس میں تو ہر شے جلوہ گر اس دل میں ہے

جذبہ صورت پرستی میرے آپ دگل میں ہے
محبشوق مجازی کیوں نہ ہوں اہل نظر
جلوہ حق آشکارا صورت باطل میں ہے
تجھ کو ناصح کیا خبر شور جنوں کیا چیسند ہے

تیرے سر میں بھی نہیں ہے وہ جو میرد میں ہے
لکھنؤ کے شاعروں میں صفی اور عزیز کا بھی کلام اس نے پڑھا۔ مگر یہ بناؤنی
معلوم ہوا۔ مگر اقبال ایک نئی اور عظیم چیز تھا۔ حالی کی تحریک کو کمال پہنچاتا تھا۔ اور پھر
سے لے کر تمام شاعر مل کا فن بھی اس میں موجود تھا۔ وہ قدرتی شاعر تھا اور جگنو پر اس کی
نظم کا یہ شعر وہ دور تھ سے آگے نکل جاتا تھا۔
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

مجھے اسلام نے پاک صاف زندگی کے طریقہ اور رہن سہن کے ایسے سبق سکھائے ہیں جن پر چلنا دنیا میں انسان کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس کے لئے انسان بننا۔ اسلام سچی انسانیت کا صحیح زندگی کا پورا ضابطہ ہے۔ مذہب اصل میں کسی رسم کا نام نہیں بلکہ وہ انسانی زندگی کی سچائیوں اور گہرائیوں کا ایک مضبوط قانون ہے اور اسلام ہی سب سے بڑے اور سب سے اچھے قانون کا نام ہے۔ اگر آپ مجھے اسلام کے علاوہ دنیا کی کوئی بڑی سلطنت یا کسی ایسی خوشحال قوم میں داخل کرنے کو کہیں جس کا قانون اسلام سے الگ کوئی اور ہو تو میں اسے ہرگز ہرگز منظور نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کی ہر سلطنت یا قوم کا قانون اور طریقہ اسلام کے بغیر اچھا نہیں ہے۔ اس لئے ہم مسلمان ہند میں اسلامی طریقوں سے الگ کسی قسم کی حکومت گوارا نہیں کریں گے؟

اسلام کی عظمت کا یہ احساس اسے پہلے کسی نہ ہوا تھا۔ محمد علی اس تقریر کے بڑی مددگار بن گئے۔ انہیں ہندو مت المقدس میں دفن کیا گیا۔ مسلم کے لئے اقبال کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایک عظیم ہستی بن گئے۔

شوکت علی نے کانفرنس سے واپس آکر عوام کو ابھارا شروع کیا۔ مگر شوکت علی کچھ تھے۔ محض بھڑکھڑائے۔ ان پر خداوند کے مسئلے کا چند کھا جانے کا بھی الزام لگایا جاتا تھا۔ جناح لندن ہی میں رہ گئے تھے اور وہیں وکالت کرنا چاہتے تھے۔ گول میز کانفرنس کا نتیجہ گول ہی رہا۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں اقبال مسلم لیگ کی صدارت کے لئے الہ آباد آئے۔ ایک کوٹھی میں اجلاس ہوا۔ مسلم اس میں شریک تھا۔ اقبال کی تقریر کا یہ حقدار نے نکتہ کر لیا۔ ہمیں ایسی حکومت چاہیے جس کی زبان جس کا رہن سہن اور جس کی

قومیت ایک ہو۔۔۔۔۔ مسلمانوں کا اپنا رہن سہن اپنی اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ سب سے الگ ہے اور سب سے زیادہ مضبوط ہے۔۔۔۔۔ ہم نے اپنی حکومت کو اپنے مذہب کی اچھی اور سچی باتوں کو بھلا کر رکھ دیا ہے۔ اب ہم پھر ایسی غلطی نہیں کریں گے۔۔۔۔۔ اب ہمکے چاہا تو یہی ہے اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنا ایک الگ علاقہ چاہیے اور اس میں وہ صوبے ملنا کر دیں اس کا اختیار دیا جائے جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی ہے۔۔۔۔۔

اجلاس کے بعد وہ اقبال سے ملا۔ اقبال کا لفظ پنجابی تھا اس پر مسلم سکریٹری اقبال نے انگریزی میں باتیں کرنا شروع کیں اور انگریزی ہی میں باتیں کرتے رہے۔ ان کے جانے کے بعد مسلم کو ان کے کلام میں اور بھی پھنسی ہو گئی۔ بال جبریل کی غزلیں اسے غزل گوئی کے میدان میں اہم ترین اضافہ معلوم ہوئیں۔ اقبال نے اب زیادہ تر فارسی میں کتب شریع کر دی تھیں۔ مسلم ان کی فارسی کی نظمیں بھی جمع کر لیا اور ان میں کے اشعار پر سر و خدا را۔

اب مسلمان انگریزوں ہی سے نہیں بلکہ ہندوؤں سے بھی برسرِ رکاوٹ نظر آئے۔ ہندو مسلم فساد عام چیز ہو گئے۔ مسلمان اپنی تنظیم میں مصروف رہے۔ اب محمد علی جناح سب سے زیادہ نمایاں لیڈر ہو گئے۔ ان کی ذہانت کی تعریف ہندو بھی کرتے وہ مرکزی اسمبلی میں دستور دار تعاریف کرتے۔ ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا اس میں مسلمانوں کے تمام مطالبات مان لئے گئے۔ ہندوؤں نے بڑا شور مچایا۔ قانون ساز اسمبلی میں جناح نے کہا:

”میں سراسر قوم پرست ہوں۔ میں اسمبلی کے ممبران سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں کہ خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو خدا کے واسطے فرقہ وارانہ مسئلوں کو اسمبلی میں زیر بحث نہ لائیں۔“

اس کے بعد کانگریس کے لیڈروں نے خاص طور پر گاندھی جی نے بڑی کوشش

کی کینٹ سے سمجھوتہ کریں مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ مسلمان اب دھڑوں میں بٹ گئے۔ ایک کیمپ میں جس کے بیڈروم لانا ابوالکلام آزاد نظر آئے۔ دوسرے مسلم لیگ میں جس کے لیڈر جناح تھے۔ ایکٹ کے مطابق ضروریوں میں ہندوستانی حکومتیں قائم ہوئیں۔ یوں جہاں میں ہندو پندرہ کو زیرِ غلام مقرر کیا گیا۔ اب مسلمان وزیرِ مدد کا سوال ہوا۔ ابوالکلام آزاد نے چودھری غلامی کو اس سے بات چیت کی۔ وہ مسلمان وزیرِ ہند ہوتا چودھری تھے مسلم اس زمانے میں ایک مقرر کے مسئلہ میں نکتہ آتا ہوا تھا۔ چودھری خلیق الزماں اور ذوالابلا سماعین خاں کے ساتھ وہ بھی جو امیر لال کے بیان کیا۔ وہ پیر کے نیچے بیٹھا رہا۔ دونوں صاحبانِ بات چیت کیلئے اندر گئے۔ چودھری صاحب نے باہر آکر اس سے کہا: "دیکھا جو امیر لال کہتے ہیں کہ تم دونوں میں سے ایک کو وزیر بنائیں گے اور ایک وزیر کا نگرہیں کا مسلمان ہو گا۔"

"اور ابوالکلام آزاد نے کیا کہا؟" مسلم نے پوچھا۔

"انھوں نے کہا: "دونوں کو لو۔ اس میں کانگریس کا فائدہ ہے مسلم لیگ ختم ہو جائے گی مگر جو امیر لال نہ مانے۔ پر شرم داس ٹنڈن نے انھیں بہکا دیا۔"

"تو پھر اب؟"

"ابوالکلام آزاد کہتے ہیں کہ گاندھی جی سے کہیں گے۔ میں تو کہہ چکا کہ یا کہ میں جاتا ہوں۔ ابن آباد میں اللہ اکبر کا لغزہ لگاتا ہوں۔"

چنانچہ چودھری صاحب نے اللہ اکبر کا لغزہ لگایا۔ راجہ امیر احمد خاں محمود آباد لاکھوں روپیوں کی تحفہ سال لے کر ان کے ساتھ ہونے مسلم لیگ کا ایک جلسہ لکھنؤ میں ہونا طے پایا جس کی سپیشل کمیٹی کے صدر صاحبزادے راجہ محمود آباد ہوئے۔

اس اجلاس میں شریک ہونے کے لئے مسلم لکھنؤ آئے لگا۔ یوں اپنے مخالفات کی دونوں میں بحث ہوئی۔ اس نے کہا: "تم نہیں سمجھتے" اس نے کہا: "تم نہیں سمجھتے" اب زندگی میں پہلی دفعہ وہ اس کی مرضی کے خلاف چلا۔ لکھنؤ پہنچ کر محمود آباد داس قیصر باغ میں

غیم ہوا۔ شام کی گاڑی سے جناح صاحب آ رہے تھے۔ انہیں ہندوستان پر تمام مسلمانانِ ہندو کا مجمع تھا۔ جناح صاحب کی وجہ سے جنس بلکہ راجہ صاحب کے اثر کی بنا پر جناح صاحب کو ایک کلبی ڈور میں بٹھایا گیا۔ راجہ صاحب مقرر کے آگے پیدل روانہ ہوئے سارا مجمع پیدل چلا۔ مہاراجا جناح زندہ باو: محمد علی جناح زندہ باد کے نعشے لگتے رہے۔ جب جناح صاحب کی گاڑی سری رام روڈ سے نکل کر امین آباد میں پہنچی تو مجمع پر خاکساروں نے حملہ کر دیا۔ مسلم نے دیکھا کہ جناح صاحب نے سیٹ پر چھل پڑے۔ مجمع بھاگنے لگا۔ راجہ صاحب کو والی فٹروں نے گھیر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خاکساروں کو مار بھاگایا گیا۔ پھر سارا مجمع قیصر باغ روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن لال باغ میں اجلاس ہوا۔ تقاریر ہوئی رہیں۔ مولانا شوکت علی نے اپنے انداز میں اشارے کئے۔ راجہ صاحب تقریر میں اسکیبار ہوئے۔ جناح صاحب نے تقریر شروع کی تو مجمع نے کہا: "اردو میں" راجہ صاحب نے کہا: "صدا محرم اردو نہیں جانتے" جناح صاحب انگریزی میں تقریر کرتے رہے۔ جو خاص بات انھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ

The Congress wants that the Hindus should dominate the Muslims. The Muslim League will see to it that they cannot do so.

"کانگریس چاہتی ہے کہ ہندو مسلمانوں پر حاوی ہو جائیں۔ مسلم لیگ ایسا نہ ہونے دے گی۔"

آخری اجلاس میں بجنور کے الگشن کے لئے چندہ جمع کیا گیا۔ جناح صاحب خود بجنور گئے۔ مگر وہاں ان کا نمائندہ بارگیا اور کانگریس کے حافظ ابراہیم کی پھر جیت رہی۔ چودھری خلیق الزماں مسلم لیگ کے کام میں منہمک ہو گئے۔ راجہ صاحب روپہ پٹنہ چلائے رہے۔ مسلم الہ آباد واپس آیا۔

یہاں کچھ دنوں تک رہی۔ کانگریس حکومت کو بڑی مشکل پیش آئی کہ صوبہ
کی اس نے شیروں کو اجازت دے دی تو شیروں نے ہتھ اڑا کر پٹیشن شروع کیا۔ اس کے
زور کا حال ستم ستار ہا۔ پھر دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ کانگریس کی حکومت
ختم ہو گئی۔

کل میں دنیا کا سب سے بڑا جنرل ہوں گا کیونکہ میں پولینڈ پر اتنی بڑی فوج کے
ساتھ چڑھائی کرتا ہوں کہ کافی دنوں کا جتنی بڑی فوج کی سرداری کبھی کسی نے نہیں کی۔ ہٹلر
نے کہا تھا: ستم نے سوچا: بڑی فوج ہی سے بڑائی ہوتی ہے، اکثر تے تو تنہا گجرات فتح کیا
تھا۔ گجرات پولینڈ سے کسی طرح چھوٹا نہیں ہے۔ اور تیزی۔ دیکھنا ہے کہ ہٹلر کے یہ جنگ
اکبر کے گھوڑے سے زیادہ تیز ہیں۔ اکبر کی گجرات پر چڑھائی اب تک تاریخ کی سب سے
زیادہ تیز کارگزاری ہے۔ گیارہ دن میں سب کچھ ہو گیا تھا۔ کیا ہٹلر اس سے جلدی پول
آج کرے گا۔ دیکھنا ہے۔ ہٹلر کی فوج بڑھتی رہی مگر پولینڈ ایک مہینہ میں فتح ہوا تیزی میں
گہری آگے رہا۔ بگنا آگے۔

جنگ کے حالات میں ہٹلر کا پورے یورپ پر قبضہ بڑا ہی سمنی خیر رہا۔ ادھر
جاپان کا انگریزی جہازوں کو جنگ چھڑنے سے پہلے ہی براہ رو کر دینا ستم کو بڑی بد اخلاقی منگوا
ہی نہ دیکھیں اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ اس نے دل میں کہا۔ جاپان سنگا پور تک آگیا۔ اب
ہندوستان آجائے گا۔ ہوائی جہازوں سے بچت کے لئے الہ آباد میں بڑے خاص سامان
رہے۔

مسٹر چرچل کی تقریریں بڑے کمال کی چیزیں تھیں۔ کیا عزم تھا۔ کیا زبان۔ سادہ
انگریزی مقرر کا کمال دکھادی تھی۔ چرچل۔ برکت سے آگے نکل گیا تھا۔
دوس اور جرمنی لڑنے لگے۔ مارشل ٹروٹسکو کی فوجیں مقابلہ کرتی رہیں۔ مارکو
بیلر پنچا گما سکو نہ سکے۔ لینن گراؤٹسکو پنچا گما سے بھی نہ سکے۔ اسٹیلن گراؤٹسکو
کی فوجیں آتی رہیں۔ بیلر کے ٹینکوں کا پٹرول ختم کیا۔
مجھے دس دن اپنے موسم کے مل جائیں تو یورپ کو نازیوں سے صاف کر دوں
چرچل نے کہا۔

فیلڈ مارشل مانٹ گومری اس دور کا سب سے بڑا سپاہی تھا ایک نیکر اور بنیائے
پہنے ہوئے تھا اور زارینسکی میں فوج اٹا دی۔ انگریز فوج بڑھتی گئی بیلر غائب ہو گیا۔
اور ہر گاندھی جی Quit India پوری قوم انگریز کو نکالنے کے لئے تیار ہو گئی۔
کی لہر قیامت کے ساتھ دوڑ گئی۔ گاندھی جی بھی کس کمال کے آدمی تھے۔ ان انسانوں کے
میں ہر تالیں اور تیر گم ہوئے لگی۔ کانگریس کے بڑے لیڈر قید کر لئے گئے۔ محمد علی جناح اور
نیاقت علی خاں اسماعیلی اور قیصری کا نام میں لگے رہے۔

بھلا بھائی ڈیسیائی اور راج گوپال اچاریہ نے مسلم لیگ کے لیڈروں سے
مشورے کئے۔ کانگریس اور مسلم لیگ کو مل جل کر کام کرنا چاہتے تھے۔
"میں تو نا اُمید ہو گئی تھی۔ یو پائے مسلم سے کہا۔

"مگر اب پھر امید بندھتی ہے کہ اتحاد قائم ہو جائے گا اور ملک کی تقسیم نہ ہوگی۔"
"تقسیم کیسے ممکن ہے۔"

"ناممکن ہی نہیں بے معنی بھی ہے۔"

مرلین سٹونڈرڈ کرتھس کے ماتحت ایک مشن انگلستان سے آیا۔ تمام لیڈر اس سے
ملنے۔ بات چیت کی۔ رپورٹیں اخباروں میں آتی رہیں۔

محمد علی جناح نے زبردست تقریریں کیں جس میں انہوں نے کہا۔
مسلمانوں کا کوئی دوست نہیں ہے۔ نہ انگریز نہ ہندو۔ اب چینی انگریز
اور ہندو کی متحدہ طاقت سے لڑنا ہوگا۔ یہ بھی نیکی ہے اور وہ بھی
بنیائے اسلام ہمیں غیورانہ سے لڑنا نہیں سکھاتا۔ ہم لوٹ کر مقابلہ
کریں گے۔
بنیائے مسلم نے کہا۔

"اور جناح بھی تو جیتا ہے۔ اس کا دادا بھی بنیائے تھا۔ جینل سے جناح ہو گیا اور یہ
مسلمان کہہ رہے ہیں۔ یو پائے بولی

"اب جینل ہی کی لڑائی ہے۔ یو پائے ہندوستان عجیب ملک ہے۔ یہاں جیلروں میں
آباد ہیں۔ برمن۔ جھڑی۔ ویش۔ شور۔ صوفی آئے وہ برمنوں کی طرہ کے تھے ان کا مقابلہ
برمنوں نے کیا۔ شکر نے توحید کو دیوں میں دیکھا۔ رام رتن ایک میں کی صدا بلند ہوئی۔
مسلمان سپاہی آیا۔ راجپوتوں کی طرح کا تھا۔ راجپوتوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ راجپوتوں سے
اس نے میل کیا۔ دونوں ختم ہو گئے۔ انگریز بنیائے آیا۔ تجارت کرنے۔ بنگال کے بنیائے اس
سے میل کیا۔ گاندھی بنیائے اسے نکالنے پر کھڑا ہوا۔ جناح بنیائے بھی ساتھ ہوا۔ یہ بیٹھے ہی اس
بیٹے کو نکالیں گے۔"

اور دونوں بیٹے آپس میں بھی لڑ رہے ہیں۔

"یہ بھی ضروری ہے۔ انگریز کے جلنے سے پہلے حقہ بٹالینا ضروری ہے اپنی اپنی
دکان الگ الگ جائے۔"

"تو ہم ان تم کہاں جائیں گے۔"

"کیوں؟ ہم تم ہمیں رہیں گے۔"

"کیسے؟"

کہہ سچ کہ مسلم ہلا: ہمیں مسلمان بنایا ہی ملے گا اور ہندو بنایا ہی:
میں دیکھتی ہوں کہ میری دلہن کے دل قریب آ رہے ہیں۔

دلہن؟

نیز جانے دو اچھا ہے جو یہ انگریز نہ جانے۔

مسلم جناح صاحب سے ملنے بھی پہنچا۔ بار بار سکریٹری سے ملنے کے بعد انور
منٹ کی ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ پہلے وہ بالا بارل پہنچ گیا۔
منڈر کے سماں اور کوٹھی کی نشست نے اسے عجیب کیفیت میں ڈال دیا: کیا ایسے عیش سے
رہنے والا آدمی ایک تو کم کو بچا سکتا ہے؟ اس کے دل نے سوال کیا۔ وہ کوٹھی کے دروازہ
پر قہر کا ایک کارگر کی اور اس میں سے گاندھی جی اترے۔ ان کے ساتھ کئی آدمی اور تھے
مسلم بھی ان کے پیچھے پیچھے جناح صاحب کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ گاندھی جی کا کوئی
خاص نہ تھا۔

اندر اطلاع کرائی گئی سکریٹری نے آکر کہا: "صاحب کہتے ہیں آپ پندرہ منٹ
بیشتر آگئے۔ آپ باغ میں انتظار کیجئے۔"

گاندھی جی کے ساتھ تعجب ہوئے۔ گاندھی جی نے کہا: "اچھا میں انتظار کروں گا۔"
باغ میں کرسیوں پر سب بیٹھ گئے۔ گاندھی جی نے مسلم کو دیکھ کر نہایت محبت
کے لہجے میں کہا: "آپ میاں کون ہیں۔"

"میں مسلم ہوں الہ آبادی۔"

"اشا۔ اشا میں نے تمہاری بابت سنا ہے تم مسلمان ہندو کے بڑے
جو۔ ہاں کہہ یہاں کیوں آئے۔"

"میں جناح صاحب سے کہنے آیا ہوں کہ تقسیم سے ہماری تہذیب ختم ہو جائے گی۔"
"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ اشہر باد۔ اشہر باد۔" کہہ کر گاندھی جی نے اسے گلے سے لگا لیا۔

ہم ختم ایک ہیں۔ ایک شمس فوڑے میں چھوڑ دیتے ہیں۔

اب جناح صاحب کا سکریٹری آیا اور گاندھی جی اس کے ساتھ چلے گئے۔ مسلم
اشعار کرنا رہا۔

کانہ دیک کے بعد اس نے دیکھا کہ جناح اور گاندھی زمین سے اترتے ہوئے آ رہے ہیں۔
وہ کھڑا ہو گیا اور مکالمی طور پر ہمدردی کے پاس آ گیا۔ گاندھی جی زمین سے نیچا اتر گئے تھے۔
جناح صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور کھڑے تھے۔ دونوں نے ہاتھ ملائے۔ گاندھی جی نے کہا:

You will have to cut me into two, before you cut
India into two.

جناح صاحب مسکوتے ٹھہر کر ان کی اور واپس ہوئے۔ وہ نہایت عمدہ سوت
پہنے ہوئے تھے۔ سنگار منہ سے لگا ہوا تھا۔ انگریز بالکل انگریز جھنڈین معلوم ہو رہے تھے۔
انھوں نے زمین پر چڑھتے ہوئے جیب سے گھڑی نکالی سکریٹری ان کے پاس آ گیا۔ پھر ان کے
الٹ ہو کر زمین پر اترنے لگے اس کی نگاہ مسلم پر پڑی۔ وہ بولا:

"آئیے جلدی صاحب کپڑے بدلنے جا رہے ہیں۔"

مسلم لپکتا ہوا زمین پر گیا جناح صاحب صوفے پر بیٹھے ہوئے سگار میں مشغول
تھے۔ اس نے "سلام علیکم" کہا۔

"ادو اے گم سالم" جناح صاحب بولے

"میں محمود خرقوی سے لے کر اب تک مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ ساتھ رہا ہوں۔
ہماری روایات اور ارتقا اس تقسیم کو غلط بتاتی ہیں۔"

You do not understand. "جی میں بہت کچھ سمجھتا ہوں اور آپ کو سمجھانے کے لئے الہ آباد سے آیا
ہوں۔ گندہا جی کا سنگم....."

I have no time. I say, you do not understand

مسلم دنیا کو خاموش رہا۔ اس نے جناح کی ناک کو زور سے دیکھا۔ منہ سے مسکرا کر
دھڑکنے لگے۔ دیکھا ایک آنکھ پر لگے ہوئے شیشے کو دیکھا۔ جناح نے آنکھ پر شیشہ پٹا کر
کریم میں گھسے ہوئے کہا "آئی اگین سے مسٹر مسلم لوڈ وناٹ انڈر اسٹنڈ"

I again say, Mr. Hamid, you do not understand.

مسلم جلا آیا۔ ہاتھ بھر دے سر چاہا کلاس کے بٹنی آلے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جناح
تاریک خشک بالکل مکانیکی انسان تھے مگر وہ عجیب تھیں۔ خود اعتمادی اور اطمینان کے لاکھ
تھے یہ آدمی اپنی ہی ضرورت کے سہمے گا۔ "الہ آباد کے شیشے پر لڑتے وقت تھکا سے تھکا گیا۔
اب سے مسلم کے لئے جھڑکی جھلجھل بھی ایک سہمہ سستی ہو گئے۔ ہر شے ایک عجیب
قدت اپنے کرشمے میں لپی لپی دکھاتی ہے۔ آرام طلب۔ رنگینی۔ باتندیب خواہی میں لپکتا
نوم کو اس وقت ایسے ہی لپٹنے کی ضرورت تھی مسلم کو ماننا پڑا۔

کیونٹ مشن آیا جناح نے اس سے پوچھا "پاکستان ضروری ہے۔"

مسلم نے اور ہندو صاحبان نے کوئی جواب نہ دیا۔ "ہم پاکستان نہیں بنیں گے۔ اگر یہ تجوز
پس کی گئی تو ملک میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں گے۔"

ان ملک میں ہر جگہ ہندو مسلم فساد ہونے لگے۔ الہ آباد اور کانپور میں بڑے بڑے
فساد ہوئے۔ ہندو کہتے تھے ہم جیتے مسلمان کہتے تھے ہم جیتے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلتا۔
اب کیا ہوگا یو پا؟

"اب میری ماں پسی قریب آرہی ہے مسلم۔ میرا درد ختم ہو رہا ہے۔"

یو پا بھی انگریزی ادب میں گہری دلچسپی لینے لگی تھی۔ رابرٹ براؤننگ کی نظم
"لاست رائڈر" اسے بہت پسند تھی اور زبانی یاد ہو گئی تھی۔ وہ احمد مسلم دونوں کی نظم

کوسا تھوڑے جھڑکے اور عجیب عالم میں آگئے۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے وہ سونے کے کمرے میں آئے۔
Who knows the world may end tonight

اب ایک ہی بستر پر لیٹ چلتے۔

جناح صاحب کو اب تاخیر کا غم کہا جانے لگا تھا۔ انھوں نے ان کی کامیابی کی خبر
کو اس وقت دوستی اور صلہ کا پیغام سراسر پیچھا پیا جہاں فسادات ہوتے تھے۔
آخر ہر ایک گول غیر کا افسوس منظر میں ہوتی۔ تانہ اعظم لیا وقت طبعی سلیک

کی طرف سے۔ گاندھی کی جھڑکی لال ہندو۔ دلچسپ بھائی ٹیل کا گھر میں کی طرف سے بلدیہ
سکھوں کی طرف سے اس میں شریک ہوئے۔ قرار یہ پایا کہ تھوڑے ہندوستان کو آزاد کر کے
اسن و صلہ قائم رکھتا ہوا ہے۔ "ان ایک عارضی قومی حکومت کی تشکیل کی جائے۔"
لارڈ ویلر صدر حکومت ہوئے۔ جواہر لال نہرو نائب صدر۔ لیاقت علی خان وزیر خزانہ
ہوئے۔ تین اور ایسی جھڑکیاں کا گھر میں ممبر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء ۱۶ جنوری ۱۹۴۷ء کو یہ حکومت
برسر اقتدار آگئی۔

مگر یہ حکومت چل نہ سکی ٹیل نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کیں۔ لیاقت علی
کا بھٹ ہندوؤں سے نہ نکلا گیا۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت نہ بن سکی کچھ ہی عرصہ
میں تانہ اعظم نے کہا "اب برصغیر میں دو ملکوں کے قیام کی ضرورت ہے۔"
۱۹۴۷ء ۱۵ اگست کو وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے پارلیمنٹ میں ملک کی تقسیم
آزاد کا اعلان کیا۔ پاکستان کا اعلان کر دیا۔

۱۹۴۷ء ۱۵ اگست کو لارڈ وائٹ ہٹن وائٹ نے ہندو تمام جماعتوں کا اعلیٰ
نمائندوں کو شملہ میں بلایا۔ اس رات آٹھ بجے مسلم اور یو پا نے ڈرائنگ روم میں بیٹھے
سن رہے تھے۔

پہلے لارڈ وائٹ ہٹن کی تقریر آئی۔ انھوں نے کہا "میں ایک ہندوستان کا حامی

ہندو مہر کی کروں کر لیڈر میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔
پھر جواہر لال نہرو کی تقریر کوئی آزادی کا خردہ سناتے ہوئے مجھے بہت رشتا ہے۔
بلدیہ سنگھ نے جواہر لال کی باتوں کو دہرایا۔
قائد اعظم کی تقریر سب سے زیادہ زوردار تھی اور وہ پاکستانیوں کو متاثر ہو کر

ختم ہوئی تھی۔
یو پا اٹھ کھڑی ہوئی اس کے سنگتہ چہرہ پر غم چھا گیا۔ اس کی بڑی بڑی میاں
ہندوؤں سے بھری تھی مسلم عجیب عالم میں اگر اس کو دیکھنے لگا۔
وید کلف کمیشن نے دہلوں ملکوں کے حدود حقوق کئے۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی
کا دن آیا۔ مسلم تڑکے اٹھا۔ آسمان پر بادل چھلے ہوئے تھے اس کے منہ سے یہ نکلا

آزادی کا سونچ نکلا۔

بادل میں چھپا دھندلا دھندلا۔
پنجاب میں فسادات کی خبر سنا آئی۔ لاہور سے ہندو بھاگے۔ اکثر مسلمان ایک
ایک مسلمان کاٹ دیا گیا۔ دہلی میں آگ لگ گئی۔ حکومت کا قابو بالکل جاتا رہا۔
ہندوستان میں ایک عجیب منشی دور لگی مسلم ہر ایک عجیب خوف ایک عجیب ہراس کا
مالم طاری ہوا ایسا اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ پاکستان میں قائد اعظم کو زہر پہنچا کر
تھے۔ کیوں؟ وہ گاندھی جی کی طرح حکومت بنانے والے تھے مگر کبھی حکومت سے الگ کیوں
رہے؟ مسلم کو نادر شاہ کا جملہ یاد آیا من آں مرکب را سوار نمی شوم کہ جفاکش حدیث
دگر است۔ جناح کا ٹیٹو مشنل آئی۔ کانٹیسو مشنل پیڈی جی جو کر رہ سکتا تھا۔ وہ ہمیشہ
لیگ رہا۔ گاندھی جی کانگریس کے چار آنے کے ممبر بھی نہ رہے۔ یہ ان دونوں آدمیوں کی
مختلف انفرادیت تھی۔

گاندھی تو نہ فسادات کرو گئے کبھی ایک ہی سوچی۔ پڑھنا سبھا۔
مگر سب افسوس ہو رہا ہے کہ۔
اور ایک مسجد کو روٹھی مسلمانوں میں سبھا تھا۔ اس نے اپنے اپنے ہاتھوں میں لگائی۔

ایک گھر بنے دیئے۔ وہ کالج کا بے بال کرے بیچ کر بیچ رہے تھے اس کے چہرہ پر
وہی نور کیا تھا جو مسلم نے خود غزالی کے زمانے میں دیکھا تھا۔ اس نے مجھے چند حکایتیں
دگائی۔ اس کے ہمراہ شیشہ پر شیشہ کے لطیف طریقہ پر کھیل گئے۔ اس نے انھوں میں گلاب
دگایا۔ اس کی بڑی بڑی میاں آنکھوں میں جلاوہ بھر گیا۔ اس نے سفید مٹائی کو جسم پر چھینچ
پیشا۔ وہ نزاکت اور فضا کا عجیب اثر نظر آتی۔
مسلم سر کر اٹھا۔ منہ ہاتھ دھو کر کپڑے پہنے اور اس کے گھار کے کمرے میں آیا۔

یو پا۔ آج کیا ہے۔
کیوں۔ میں کیسی معلوم ہو رہی ہوں۔
تم کو کسی سی لگ رہی ہو جیسی میں نے تمہیں مسند میں دیکھا تھا۔ لگا کے
کنارے مندر کے پاس۔
"اچھا تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ آؤ چلیں۔"
کہاں؟

دیر سنگم پر۔

مسلم اس کے حسن میں حو تھا۔ وہ کمرے سے باہر آئی۔ وہ اس کے پیچھے چھپے آئے۔
یو پیکو میں جیب کھڑی تھی یو پیا اسٹینڈنگ پر بیٹھ گئی۔ مسلم اس کے پاس بیٹھ گیا اور پانے
جیب جلا دی۔ رسول لائٹر کی شرکوں پر ہوتی ہوئی جیب شہر کے باہر آگئی۔ یو پیا لاسٹ
رائڈر کو لیدر کی یہ سطور گانے لگی۔

And yet—she has not spoke so long
What heaven be that, fair and strong
At Life's best with our eyes upturned
We, fixed so, ever should so abide?
What if we still ride on, we two
With Life for ever old yet new,
Changed not in kind but in degree
The instant made eternity—
And Heaven just prove that I and She
Ride, ride together, for ever ride.

☆ جیب اس مقام پر پہنچی جہاں سنگسندہ میں ایک مند تھا جس میں سے آما پارو نکلی تھی۔ یہ سہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ مگر اب سجدہ تو کر کر کے مند بنا لیا گیا تھا۔ نیا مند جدید طرز کا مند تو پالنے یہاں جیب دھک لی اور اتر پڑی۔ مسلم بھی اترا وہ مند کی طرف چلی مسلم بھی پیچھے پیچھے چلا۔ وہ مند میں داخل ہو گئی مسلم دروازے پر ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ طاق پر دو پا پھر لانا پاروئی کی مودتی بن کر کھڑی ہو گئی۔

اما۔ پیاری اما۔ پیاری پاروئی۔ تم مجھے چھوٹ گئیں۔ اب میں کیا کروں کہ گت مودتی سے کوئی آواز نہ آئی۔
اما میری زندگی ختم کر گئیں۔

جیف در چشم زندن صحبت یار آخر شد
ہائے گل سیر خدیدیم دہسار آخر شد
مودتی کی دائمی مسکراہٹ قائم رہی۔

آما یہ تم نے کیا کیا میں اب بیکار ہو گیا۔ میں تم سے چھوڑوں چہ درم و سے دوں
تمہارا پیاری بن کر جاؤں گا۔

وہ مند میں داخل ہو رہا تھا کہ مندوؤں کا ایک گروہ دروازے پہنچا۔
"ارے یہ تو مسلم ہے۔" گروہ میں سے ایک آدمی نے کہا۔
"یہ ہمارے مند میں گھس رہا ہے۔" کئی نے کہا۔
"میری آما پاروئی یہاں ہے۔ میں اسے لے لوں گا۔"
ہٹ ہٹ پھرتے ہمارے مند میں گھس رہے جھوٹا کہیں کا۔ اور کئی نے گھسٹ کر اسے باہر کر دیا۔

"مار ڈالو اس مسئلے کو۔ کئی نے کہا۔
"ہاں مجھے مار ڈالو۔ مجھے اب جی کر کیا کرنا ہے مسلم لولا
میں مارتے مارتے چمک چمک کر سہلے ختم ہونے ہی کو نہیں آتے۔ پاکستان
بنایا ہے۔ ہم یہاں ان کا قبرستان بنائیں گے۔ ایک نے کہا
"اس کے ہاتھ پر باندھ کر گنگا جی میں چھوڑ دو آپ ڈوب جائے گا۔ ایک
اور ہندو نے کہا۔

کئی آدمیوں نے اسے پکڑ لیا اس کے ہاتھ پاؤں منسلک سی سے باندھ دیتے
اول سے گنگا میں پھینک دیا۔ وہ کئی دفعہ تیر میں بیچا پھر اچھڑا پھر دھار کے ساتھ بہنے لگا۔ وہ
جت تیر رہا تھا اس کا جسم سنگم کی لکیر بن گیا۔ اس لکیر پر تیرا لکیر ختم ہو گئی۔ وہ تیرا گیا تیرا
ہی گیا..... تیرا ہی چلا گیا.....

اس کے ہاتھ پاؤں بندھے تھے۔ اس کا جسم حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اس کا دل چل
رہا تھا اور اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔
جب تک سنگم کی لکیر تیرا لکیر نہیں لکھتی کی حکومت کا دانا اس کی آنکھوں کے

ساتھ پہنچا رہا۔ یہ زمانہ بڑا دلکش خواب تھا۔ قدرت کی ہر خواہش مورتی اس کے چاروں طرف
تھی اور لاپرواہی اس کے آغوش میں تھی۔ لڑائیاں حکومت، مذہب، سبب ہی کے چاروں طرف
تھا مگر زندگی لطیف تر ہوتی جا رہی تھی۔ کپڑے، کھانے، سجاوٹ، موسیقی، عمارت، شکاری
ہر معاملے میں قدرت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ فنکاری شامل ہوتی جا رہی تھی۔ آٹا، ایندھن، سبب
اشدہ تھی۔ وہ اس زمین زندگی کی رعیت نہ ال تھی۔ بار بار انا کہہ کر کہہ کر وہ تڑپا تڑپا
آتا کہ ساتھ پیش کے تمام مناظر یاد کر کر کے وہ چلا پاتا۔ ہائے انا کہاں گئی؟
مگر شکم کی لکیر ختم ہونے پر اسے اقبال کی آواز سنائی دی۔

میان شاخسار صحت مرخ چمن کب تک
ترے بازو میں ہے پرواز شاہین قستانی

اقبال نے یہ شعر اس کے لئے کہا تھا۔ شاخساران گنگا جمن کے دو آبگشاہ
تھا۔ آمارخ چمن تھی۔ یہ دور ختم ہوا مگر وہ شاہین کیسے ہو سکتا تھا اس کے پر بندھے
ہوتے تھے۔ ایک وقت وہ تھا کہ اسی سنگم کے پاس اس نے لاکھوں ہندوؤں پر فتح پائی
تھی اور پھر وہ وقت بھی آگیا جب ملٹھی بھر ہندوؤں نے اسے باندھ کر گنگا میں پھینک دیا
وہ تلوار کب کی کھو چکا تھا۔ پیش نے آرام طلب اور بزدل بنا دیا تھا۔ انگریزی تعلیم نے عقیدہ
کھوایا۔ لے بس بنایا۔ اور اب وہ تیرا چلا جا رہا تھا۔ موت اس کے لئے نہیں لکھی تھی۔ اس
نے مرا نہیں مگر دوسے سے بدتر تھا۔

”ہائے اُمّ اب تو کہاں ملے گی دیکھنے کو بھی نہ ملے گی۔ کاش میں تیرے ہندو کے
پاس ہی رہنے دیا جاتا۔ میں تیری مورتی کے درشن کرتا رہتا۔ اسے پوجتا رہتا۔ ہائے میرا دل
محبت کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب میں کس سے محبت کروں۔ کون معشوق ہے؟
اقبال کی پھر آواز آئی:۔

ہست معشوقہ نہیں اندر دلت
چشم اگر واری جیسا بنیاست
ماشتقان ادخواب خوب تر
دل ز عشق اور توانہ می مشبود
خوشتر روزیایا تر و محبوب تر
خاک ہمدوش ثریا می مشبود
فلک نمہ از فیض او چلاک تر
آہاندر وجود ہوا فلاک تر
دور ول مسلم مقام معطفے است
آہدوسے ما ز نام معطفے است

”ہاں تیرا عشق“ اس نے سوچا۔ اس نے بھلا دیا تھا جنت ارضی کو جنت
عرشی سمجھا تھا۔ آما کو جنت مان کر اس کے ساتھ مست ہو گیا تھا۔
دل را کوئے ابروئے جاناں سرختم
قندیل کعبہ را بعنتم خسانہ سرختم

مگر اب وہ لے بس تھا۔ وہ کیا کر سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ بڑی طرح سی سے بندھے
ہوتے تھے۔ مگر نہیں۔ اس نے سوچا۔ میں اس طرح ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ میرے ہاتھیں گے
میری ریشمیں کو کاٹیں۔ مجھے اچھا موقع ملا ہے۔ ان کے دھیان میں محو نہ رہے گا۔
امید اس کے دل کی کیفیت کو بیتی جا رہی تھی اور وہ دعاؤں کے ساتھ پتہ جا رہا تھا۔

..... کہ نہیں سب بیکار

Patriot to Women! Patriot to Heaven!

وہ Women
کبھی ہی کہاں وہ دیوی تھی۔
کبھی ہی کہاں وہ دیوی تھی۔
کبھی ہی کہاں وہ دیوی تھی۔
کبھی ہی کہاں وہ دیوی تھی۔

یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالْعَصْرِ ۝۱۰۰
سے یہ کہانہ اس کے کان میں آئی۔ ایک بوڑھا فقیر بھی سفید راسی۔ کمر چمکی ہوئی یہ کہہ رہا تھا۔
اس نے اس نیکو کی ہفت جھلک دیکھی اس نے زندگی میں کبھی پہلے کسی غیر گروہ میں کیا تھا۔
اس کے پاس کچھ دینے کے لئے تھا اس لئے فقیروں کے پاس سے منہ پھیر کر رہتا تھا۔
کی یہ آیت اس کے ذہن پر ثبت ہوئی۔ مگر فقیر بھی یہ کہہ گیا تھا کہ آیت کا باقی حصہ اسے یاد آئے۔
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۱
مہر کیا ہے۔

پیارا ایسی تھی کہ آگنی جہاں ہر نٹوں پر
مابذالہ تھے کہ بھری ستر ہاں ہر نٹوں پر

Fortitude, Patience, Persistence

..... یہ حب میں کچھ سمجھوں اس نے سوچا۔ صابریہ کے تصور کے طرز میں نہیں کچھ میں
اسکا۔ سب سے بڑا صابر کن تھا۔ یا آقا حسین۔ یا جہاد حسین۔ ہاں تم
سے بڑا صابر کوئی نہ تھا۔ تم صبر کی مثال ہو مگر تمہارا صبر اگر انیس دالا صبر تو تمہارا تو تمہارے صبر سے باہر

کراچی میں ایچ پی، مارکیٹ کے پاس سے وہ گزر رہا تھا۔ کراچی کا مخصوص رنگ
تندہ بنس روڈ۔ بند روڈ۔ بولٹن مارکیٹ۔ ٹاور۔ کیما ٹری۔ اس کے کان میں گونگ رہا تھا
کراچی کی گیس چل رہی تھیں۔ ان میں جو خون دھڑ رہا تھا اس کی یہ آواز تھی۔ صد ہاں
بند روڈ۔ بولٹن مارکیٹ۔ ٹاور۔ کیما ٹری۔ وہ چلا جا رہا تھا وہ بھی کسی ایک بس پر بیٹھ سکتا تھا۔ مگر اس کی جیب
میں تین آنے بھی نہ تھے شاید دو پیسے پڑے تھے اس کے سر پر ٹوپی نہیں تھی۔ بال بچے
ہوئے تھے۔ شہزادی بیٹھ رہا تھا۔ ہوتی تھی شاید اس کو اس کا احساس نہ تھا۔ پیر نہیں بڑا ہوتا
تھا۔ اینٹی میں کیلیں چھب رہی تھیں۔ اس کا اُسے شدید احساس تھا۔ فٹ پاتھ ہر اسے ایک
روپی نظر آیا۔ اس نے جا ہا کہ اس سے جوتے کی کیلیں ٹھیک کروائے مگر وہ کم از کم دو پیسے لے
گا اور پھر میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہ جائے گا۔ اس نے آہ سرد بھری۔ وہ بھی ایسا نادار نہ ہوا
تھا۔ اس نے بلا مبالغہ کر ڈرل خرچ کئے تھے۔ ڈائے تھے خیرات کئے تھے۔ مگر اسے اس نے اپنے
پانچائے کے دانے پانچے کو دیکھ لہو بھی پھٹ گیا تھا خیر اسے کیا ٹی مگ جانا تھا
سمند گنگا جنا کا شلم؟ وہاں اس کی زندگی شروع ہوئی تھی وہاں اس نے
یوہ دیوی کو دیکھا تھا اب وہ کیما ٹری پر سمندر میں ختم ہونے جا رہا تھا یوہا

۲۳۸

آج کے کرناٹک پہنچا بھی میر کا ایک دفتر تھا۔ بیوت سے اٹھا بھی میر تھا۔ آخری نظر لگا کر
بک رات دینا بھی میر تھا۔ مگر قیام میں بار گیا۔ میں کچھ نہیں رہا۔ میں نے عمو لاسی کو بھینک لیا
تھی جب پڑھتی تھی میر کو کیا تھا..... میں روحانیت میں پھنس گیا تھا۔ کیا روحانیت لاپرواہ
دلائل و اَللّٰہا اللہ۔ پیامت کا نام روحانیت رکھ لیا۔ اللہ کو بھی ایک بھوت مان لیا۔ راہبر
اند۔ چروں کا کچھ۔ ترک دنیا۔ اگر یہ دنیا ترک کرنے کے لئے ہے تو ہم یہاں کیوں بھیجے گئے
آتش الیٰ اللہ حسنہ و فی آخرۃ حسنہ۔ آخرت اور دنیا دونوں بڑی
جوتی ہیں۔ بہنیں صاف دور ہیں ہیں۔ ان بختوں نے دونوں راہیں ایک کر دیں
خیر و شر شکی بڑی کا تصور ہی غائب کر دیا۔
دیکھ لیجئے انشاء اللہ کچھ نہیں ہو گا۔ وقتا کر

کہ جہاں میں نانا جوین پڑے مزارِ قوتِ حیدری

۲۴۵

اس کے جوانا جو یہ کہہ کر کے کھڑے کھڑے تھے..... وہ چنے کھاتا تھا.....
اس فکس میں بالکل غائب ہوتا ہے..... مجھے چنے پھانگنا! چنے چھاننا! اپنی خودکام میدی ہر
راش اللہ قطع الصفا پرین..... اب شاید کسے کھانے کی کسی ضرورت نہ پڑے گی.....
وہ مرگ کا پار کھاتا تھا، اس کے کان میں آواز آتی..... تو دیکھتے نہیں جو..... کیا
سود ہے جو..... فکس کردہ فکس پاتھر پر ہوتا ہے اس کے چمٹنے کی کیلیں بہت زبرد سے چمیل میں
لے جوتا انا کر ہونیک رہا، شکم پر چلنے لگا..... عرصے تک وہ رجحان میں نشے پر ہوتا تھا.....
ای اکی تلاش میں مگر اب کسی کی تلاش نہ تھی کوئی مقصد حیات ہی نہ رہ گیا تھا۔ وہ زندہ
بھی نہ تھا بہتیں زندہ غمزد تھا اگر وہ ہوتا تھا۔ زندہ بہت ایک خواب پریش کی طرح گزرتے
تھے..... یہ کیا ہوا تھا..... یہ سب کیا ہوا تھا!

ساری زندگی.....

ساری زندگی خواب تھا۔ یہ سب کیا ہوا تھا!

خواب تھا جو کہ دیکھا جڑنا افسانہ تھا۔

جنت کا خواب۔ محمود غزنوی کے ساتھ آگودہ اس خواب کو حقیقت میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھ گیا تھا۔ گنگا جمن کا دو آب خواب کی دنیا تھی جگمگ خواب کی بکیر تھانہ اس خواب کی دنیا میں گم ہو جانے کے لئے آیا تھا۔ اس میں گم ہو گیا تھا۔ کیسا سہانا خواب تھا! سہانا خواب ہاں۔ خواب کا پہلا حصہ سہانا ہو رہا تھا۔ مگر آخری حصہ خواب پریشاں تھا! ۱۹۶۲ء تک ۹۱۸ برس لیا خواب مگر یہ خواب کل بلایا ایکٹ کا ڈرامہ تھا اس میں جودقت لگا تھا وہ برفانی ڈرامہ کہ چوبیس گھنٹوں کے برابر تھا اس کی زندگی کے چوبیس گھنٹے تاکہ زندگی کے ۹۱۸ برس کے برابر ہوئے یعنی ۱۹۶۲ء سے لے کر اب تک کے پندرہ برس اس کی زندگی کے چوبیس منٹ کے برابر ہوئے یہ چوبیس منٹ سب سے زیادہ پریشانی کے گزارے اور اب اس کے کچھ ہی سکند باقی تھے۔ مگر ان چوبیس منٹ کی تکالیف کا خیال اسے چھوٹا دیتا تھا۔ جبوی بے بسی سب سے زیادہ بے مقصدی نے اسے بالکل ختم ہی کر دیا تھا اور اب وہ ختم

۳۰ نے جا رہا تھا۔

نہیں۔ نہیں۔ یہ تو ڈوناٹ اٹلر اسٹینڈ وہ ختم نہیں ہونے جا رہا تھا۔ اس گیس
کے ختم ہونے کا تھا۔ وہ غلطی پر تھا۔ جو تھے کی کیلیں اس کے پر میں نہیں چھو رہی تھیں۔
وہ کہہ گیا تھا۔

فوق عریالی تجسید نہ دانستم حیف

کوہے سبوت دانستبرق رضوان رستم

اس نے اپنی پٹنی شیرانی بھی مار کر پھینک دی۔ انا اللہ معہ الصبارین سے کیا کیا
بکلیں نہیں بنی تھیں۔ وہ کانپ گیا۔ انا اف کرنے لگا۔ مگر نہیں۔ یہ صبر کے منافی تھا۔ مگر
بکلیوں کو بھولنا بھی قرار تھا۔ صبر کے منافی تھا۔ بکلیں سب حقیقت تھیں حقیقت تھیں
خراب تھیں؟ خراب پریشاں؟ مگر وہ اسے اس درجہ پر تار لاتی تھیں۔ یہ سب کیا ہو گیا تھا
سب کچھ حقیقت تھا۔ تھا تو وہ سب ایک خراب پریشاں کی طرح اس کے ذہن میں مگر
سب حقیقت تھا۔ نہیں تو وہ اس حال میں کیسے آجنا سب حقیقت سب خراب۔ انا
اسلامی اس کا خراب ہی اسے یہاں کھینچ لایا تھا۔ مگر کہاں ملے؟ اقبال کے اشعار میں جناح
کے عمل میں مگر اب دونوں میں سے کوئی باقی نہ تھا۔

فروال تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی

دیوانہ مر گیا آج سہ کو در لے پہ کیا گزری

کیا گزری؟ کیا گزری؟ دیوانے پہ کیا گزری؟ خود اس پر کیا گزری؟

سا سکتا نہیں پنہائے فطرت میں مرا سونا

غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحر

غلط تھا۔ ضرور غلط تھا۔ خار صحر۔ ہتیں!

ہمارائی تو انہوں کی کائنات تھی
ہر ایک لوگ ہر اک قطرہ خوں ساتھ لے
جگہ میں گیس کے جو نکلے ہر میں گھستے پھرتے
نہ کیوں آگے گی یہ زنجیر ہے زمین نفرت
کہ پاش پاش ہر فرق ہو کے رنگ روئے تباہ
کہ برف بار ہو عاشق کے دل کا گرم لہو
وہ دور اور تھا نفرت تھی فطرت شیطاں
یہ دور اور ہے نفرت ہے فطرت انسان
فطرت رکھنا؟

نہ مانہ شیوہ فریب دار کو کچن بچھاں

ولے عداوت زہار کو کمن باقیست

یا الہی مسکرت ابصارنا

فاعف عنا اثقت اوزارنا

وہ چکر آ کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔ اس کے تصور میں عجیب عجیب نقشے آئے ایک

کالا داڑھی والا آدمی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پھرا۔ اس کے کانوں میں آواز آئی تھی کہ

تہذیب منہل دربار کی ہے ہماری تہذیب اسلامی ہے۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا۔

گدھا۔ گدھا۔ گدھا۔ اس کو کون سمجھائے۔

اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ قدم آگے بڑھا۔ پھر وہ چکر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر ایک گڑبڑ آئی

اس کی آنکھوں کے سامنے پھرا۔ کانوں میں آواز آئی۔ رب نیڑا کہ کھوش۔ تو یہاں ڈاکو مرنے

میں نے ہی نہ تھی۔ وہ ایک دو یون ہی بیٹھا۔ پھر اس نے سر اٹھایا۔ فرار فرار فرار۔
میر بیٹھا ہے۔

پسپانی کا نام صبر رکھ لیا۔ حرام مردوں نے 'مونا' نام رکھی۔ آواز اس کے کانوں میں آئی۔

اے ہمہ دریا چسہ خواہی گرد نم
 اے ہمہ ہستی چہی جوئی عدم
 تو غرضی و غریب کان صبح خوشی
 تو چرا خود منت بارہ کشی
 تاج کرنا ست برزق سرت
 بلوق اعطیناک آرمیز برت

اُسے محسوس ہوا کہ اس کے اندر ایک نئی جان اُگنی۔ اس کے پا جا مے کا دھنا
 پا پوٹ گیا تھا۔ اس نے اسے گھٹنے تک پھار کر الگ کیا۔ دوسرا بچہ بھی اتنا ہی پھاڑ
 تا۔ آخری شعر کو گنگنا نے ہوا۔ وہ آگے بڑھا۔ پرنس روڈ کے چوراہے پر پولیس نے راستہ
 رک لیا تھا۔ گر وہ اپنی وجہ میں سرگرم کو پارسی کرنے لگا۔ پولیس نے ڈانٹا۔ دیکھتا ہیں
 بے فقیر وہ فٹ پاتھ پر ڈانپسکی یا موٹر میں نہیں۔ رکشے اس کے سامنے سے نکلے تب
 انہیں عود میں موٹی تھیرست بچے ساتھ لکھ موسے، ہر تیسری کے پیش میں بچہ۔ پولیس نے
 اشارہ دیا وہ بھی سرگرم کو پار کرنے لگا۔ وہ گنگنا تار ہا تھا۔

تاج کی ریاست برفیق سرت
ملوک اعظیماک آدیز برت

مگر اس کے اکیلے ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔ اس کا کوئی دوست کوئی چہرہ زبان
میں خیال نہ تھا۔ وہ ہر جگہ سے اٹھکیل کر کالایا تھا۔ اس نے ہر دروازہ جھانکا تھا۔ مگر کسی
نے اس کو سہارا نہ دیا تھا۔ غربت غربت کا لفظ اس پر پورا اترتا تھا۔ وطن۔ اس کا ایک وطن

وہ پھر اٹھ کر چلا۔ اگر لڑکا لچ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر چکپایا اور کالج کی دیوار سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ ایک نہایت موٹی بڑے بڑے پستان والی عورت کا نقشہ اس کے سامنے پھر اس کے کانوں میں دواؤں کی "یہ لوہا والا بڑا حرام زادہ ہے۔ جھوٹا بنت ہے۔ مکا سے نہ بڑا نہ بڑا۔ نہ در نکال دو۔" میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔ وہ مجھے کیوں خون کی ٹپا پڑ سے دیکھ رہی تھی؟ اس نے کہا۔ "اسے محسوس ہوا جیسے کہ وہ اب بھی سو رہا تھا عجیب عجیب دواؤں اس کے کان میں آ رہی تھیں۔ اچھا ہوا اگر اچلتی ہوئی لیس سے اترنے کا یہی تجربہ ہے۔" یہ سب کہوں آیا کوئی بلا لے گیا تھا۔ "ہم کہتے تھے یہاں سے چلا جا۔"

"صدق آچھ کہ نہیں گزرا۔" "ضمیمہ تو ہے ہی نہیں۔" "اس کے پاس سند و سند نہیں ہے۔" "کات کرنے چلا ہے جلدیہ نکال دو پکھری سے۔" "ہم کب تک یہاں رکھیں گے۔"

وہی کام کر رہے تھے بچے بچے۔ بے ایمانوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ چار سو بیس کہیں کے۔

نہارے لے کے نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک اپنے نتیجے کو پہنچے۔ اس نے مولانا روم کا شعر لکھا۔

تیس دنوں میں بیت دآں آواز غول
می کشہ گوشے تو در تعجب سفل

وہ اپنا سر رتی باہوں میں دبائے بیٹھا رہا۔ شاید سو گیا۔ نہیں، نیند تو اسے

مرد تھا۔ مگر اس کے ہم وطن اس کے خلافت ہو گئے تھے اس کو باندھ کر دریا میں چھوڑ دیا
وہ بیاں بہہ آیا تھا۔ اقبال نے اسے بتایا تھا کہ

ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
یہ وطن کہاں ہے؟ یہ اور ہی کچھ کیا ہے؟ اسے تو یہ محسوس ہوا کہ
غربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو آج والا نہیں ہوتا
ہائے۔ ہائے کسی نے نہ پوچھا۔ ہر طرح کی شمعیں جلا لیں مگر آج والا نہ ہوا۔ اُن کا
صور میں امید کی خواب پریشاں ہو گئیں
ساتھ آنکھوں کے آئیں اور پنہاں ہو گئیں
وطن تکت سے ہے ٹھیک۔ اس کے اجداد سب نے ترک وطن کیا۔
ہے ترک وطن سنتِ محبوب الہی

سگرے

ہم نے سوراہ اخوت کی نکالی لیکن
نہ تو اپنا ہوا اپنا نہ پرایا اپنا

اکیلا۔ اکیلا۔ بالکل اکیلا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ اسے کوئی نہیں اپنا نا چاہتا
مگر اس نے سوچا۔ انھیں کون چاہتا تھا۔ ان کو ڈھیلے مار کر زخمی کر دیا۔ ایک لڑکا لڑکی
ساتھ تھا جو ڈھیلے مارنے والوں کو اٹھا اٹھا پٹختا تھا۔۔۔۔۔ مگر یہ لڑکا بھی حوالان ہوا
بھی اکیلا رہ گیا۔ کیا عالم ہو گا۔۔۔۔۔ اور اس لڑکے کا لڑکا اس کے تو سب ساتھی مار
گئے تھے۔ ہزاروں کے مجمع میں اکیلا۔ پیاسا۔ تیر دلی سے جسم چھلنی اور پھر بھی کہہ رہا تھا
هل من ناصو ينصرنا۔ کوئی اس کی مدد کو نہ آتا تھا۔ وہ اپنے نالکے کے بتائے ہوئے
طرف دیکھتا اور کہتا۔ رضا انما من لدنك رحمتا دھنی نامن امرنا رشدا۔ رضا تو بق

یہاں سے انھوں نے اپنے وطن کو اکیلا کر دیا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ انھیں کوئی سنا تھا ہے۔
نوکلی وفسد خون و ششیر و زہر

ایسا دو قوت از حیات آید چید
یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ ہمیشہ سے چل رہا ہے۔ جیسے چلتا رہے گا۔ امر من۔ امر من۔
شیطان۔۔۔۔۔ شیطان ہشیکہ پر کا آگیا تو۔ ہانٹ ہانٹ آگیا تو۔ مانی فرما ہانٹ
نٹ آگیا تو ایسے ہی اس کے دوست تھے۔ اس کو کیا دھوکا دیا۔ اس کو اس درجہ پرانا دیا۔
ہر وہ گیا سب نے نہیں نہیں کی صدا لگائی ہے

اس منزے آن کہ شد یا رخسار
یا کسی ہی کر و بہر ناکان
حق ہی احمقوں کا دوست۔ یہ نہ سمجھا ہے

چشمِ بینا از قلعے حق شد

حق کجا تھکتا از ہر احمق نشو

عیش کی زندگی نے اس کی عقل ختم کر دی تھی۔ تہذیب عیش کا دوسرا نام تھا۔
ہم نے عیش کو بڑھا یا۔ سید احمد خاں نہیں سرسید انگریزی پڑھانے چاہتا تھا۔ بیچارا
نہ سمجھا تھا ہے

بد گہرا علم و فن آموختن

راون تیخ است دست راہزن

یہ تعلیم ایک مستقل لعنت لائی۔ لعنت۔ لعنت کیا ہے

لعنت آں باشد کہ خود بنیش کند

عاسدو کوشین و پر کنیش کند

یہ تعلیم یافتہ کی تعریف ہے۔ تعلیم گاہیں غندہ پن کے مراکز اقبال نے کہاتے

پڑھتے ہوئے شیطان! اور یہ لوگ اور یہ دیکھیں سب شیطان لوگ بہت ہیں
 نہیں کرتے والے۔ دیکھو یہ بات میں محبت کر کے والے.....

Den Bosen sind sie los, die Bosen sind gelieben
 گشتہ کمال کا شاعر تھا den Bosen سے پرہیز و دوری کا کیا زبان پر

پر قدرت! ہم سے بدلہ ملا آدمی کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے
 ترس و ڈر بہت و آن آواز غول
 میٹھا گوشش تو یہ قہر ستم

قہر ستم، قہر ستم، قہر ستم، کیا صورت ہے اس کے دھتے کھڑے
 ہو گئے۔ وہ بھاگنے لگا جس روٹے کھتا ہوا بندہ ڈر پڑا، حیل استیلا کے ہیں۔
 وہ بھاگ رہا تھا۔ ہر شخص کی نگاہ اس کی طرف اٹھ جاتی تھی۔ وہ جس سے خوف

رہا تھا قہر ستم سے یہ دنیا اس نے اس سے بہت پریشان کیا تھا۔ ان تینوں کو پہچان رہا
 گریہ دنیا ایک الشک بناتی ہوئی تھی۔ یہ اللہ کا جانا ہے تھی۔ وہ اشر سے بھاگ رہا تھا
 فرانسس آکسن کی نظم "باؤڈر آف جہان" یاد آتی۔ وہ گدگدہ ہے۔

I fled Him, down the nights and down the days;
 I fled Him, down the arches of the years;
 I fled Him, down the labyrinthine ways
 Of my own mind; and in the mist of tears
 I hid from Him, and under running laughter,
 Up vistaed hopes I sped;
 And shot, precipitated,
 Adown Titanic glooms of chasmed fears,
 From those strong Feet that followed, followed
 after.

۲۶
 اسے کہ وہ مدرسہ چھوڑی ادب و دانش و ہوش
 نہ کشی بارہ تراز کار گیسٹ شیشہ گراں
 یہ تو شیطان کامل ہے۔ شیطان نے نشاۃ الہیہ کو شیطان کی صورت میں لے
 دیکھا تھا۔ Accursed and in a cursed hour he hies
 اور اس شیطان کو ہم نے اپنے دل میں جگہ دی۔ ہندوستان خارتان ہو گیا۔ نفرت پھیل گئی
 تعلیم کا حاصل نفرت COMPETITION انسانیت غائب۔ یورپ کے ادب میں
 شیطان ہی کا کردار سب سے زیادہ اہم ہے۔ ایسا گولڈسٹن کا شیٹن، مالز کا کاروتھ گولڈ
 ہمنسٹر فلیس ہمنسٹر فلیس شیطان کا سب سے بہتر نمونہ ہے۔ مالز کا کاروتھ گولڈ
 کا آدمی تھا شیطان کہاں ہے؟ کوئی بھوت نہیں ہے۔

Er ist schon ins Fabelbuch geschrieben
 allein die Menschen sind nichts besser dran,
 den Bosen sind sie los, die Bosen sind gelieben

شیطان ہر شخص میں موجود ہے۔ اسے ہر شخص میں شیطان ہی ملا۔
 allen Geistern, die verneinen
 ہر انکار کو اللہ کا نام لے کر انکار کرنا
 ایسے کا انکار اللہ کہہ نہیں سکتا۔ اس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ شیطان میں غم
 نہ کرتا تھا۔ سب کو نیک سمجھتا تھا۔ سب بے ایمان تھے۔ وہ بھی لگائے ہوئے شیطان نماز

۲۷
 وہ تو اب نساؤں کی کتابوں کا فرد ہو چکا مگر ان کی کسی طرح بہتر نہ ہو سکا۔ برائی کا وہ پیر نہیں
 رہا مگر برائیاں پھیل گئیں۔

ان سطروں کا ایک ایک لفظ اس پر صریح اثر رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلا جا رہا تھا اور جیسے
اس نے آگے کی سطور پر جیسے۔

But with unhurrying chase,
And unperturbed pace,
Deliberate speed, majestic instancy,
They beat — and a Voice beat
More instant than the Feet —
"All things betray thee, who betrayest Me."

آہستہ سطور کو وہ نہ معلوم کتنی دفعہ دہرا رہا۔ کیا قیامت ہے کس شان سے کس
دھڑکے سے کس زور سے وہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ ہر چیز اسے دھوکا دے رہی تھی۔ کیوں
وہ اسے دھوکا دے رہا تھا۔ Deliberate speed؟ اور majestic instancy؟
وہ لاش مار کٹ تک یوں ہی دور ناپا رہتا تھا۔ آہستہ آہستہ کی کوئی صورت نہ تھی
نہ پتہ نہ دیکھ سکتے تھے۔ تمام گارتیاں بیس۔ پوری دنیا ایک سینہ تھی جس کی روح درپردہ

ہو رہی تھی اس سے لہجہ تک کر پناہ چاہی۔ آؤں میں اور دلوں میں۔ سبازوں کی محرابوں میں اپنے ذہن کے پیچھے
دستوں میں آنسوؤں کے دھوپ میں میں نے اپنے گرو اس سے چھپایا اور وہاں تہقوں میں۔ امیدوں کے
دستوں پر میں بھاگا۔ دھڑکتے گدھوں کے اندھیا روں میں تیزی سے گزرا۔ ان زبردست پیروں
سے میرا پیچھا کر رہے تھے۔

مگر یہ مستقل رفتار کے ساتھ ادھر نہ ٹوٹنے والے قدیم کے ساتھ شعوری رفتار سے اور شاندار
کے ساتھ ان کی چاپ آتی رہی اور ایک آواز پیدا ہوتی رہی جو چاپ سے زیادہ مستقل تھی۔ ہر چیز تجھے
دھوکا دے گی تجھے دھوکا دے رہا ہے۔

صراخ۔ صراخ دارا نہ کلام لہجہ کی قدر سے چل رہا تھا۔ سلطان شہ سلطان۔ یہ دنیا اللہ کی
جانی ہوئی ہے؟ نہیں آدمی کی جانی ہوئی ہے؟ آدمی جس میں سلطان غالب ہے۔ Die
اس کی الجھن بڑھ گئی۔ وہ جتنی ہی چلا گیا۔

All things betray thee who betrayest Me
وہ میری دیدنا دیکھ بیٹھ گیا۔ وہ ٹھٹھکیا تھا۔ ٹھٹھکے کے بڑھ کر یا میں
طوفان گورام کی دیوار سے لگ کر وہ بیٹھ گیا۔ غمگین غمگین کی نظر سے پوری بات تھی۔ وہ
اسے پڑھتا رہا۔ وہ ان سطور کو زور زور سے پڑھنے لگا۔

Naked I wait Thy love's uplifted stroke :
My harness piece by piece Thou has hewn from
me,

And smitten me to my knee ;
I am defenceless utterly.
I slept, methinks, and woke,
And slowly gazing, find me stripped in sleep.

اسے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سطور اس نے خود لکھی ہیں وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ وہ
ان سطور پر پہنچا۔

سلاخیں جو کہ اس میں تیری محبت کی ضرب کا انتظار کر رہا ہوں۔ میری زور دھوکے
دھوکے پر گر گئی۔ میرا جسم دھوکے ہو گیا۔ میں بالکل مجبور ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں سر ہٹا
اور جاگ کر دیکھتا ہوں کہ سونے میں میرا لباس اتار دیا گیا۔

Whom will thou find to love ignoble thee
Save Me, save only Me,
All which I took from thee I did but take,
Not for thy harms
But just that thou mightst seek it in my arms
All which thy child's mistake
Fancies as lost, I have stored for thee at home:
Rise, clasp My hand, and come!

اس کے اندر ایک عجیب قوت آگئی۔ وہ اٹھ کر وہ پل کی طرف چلا۔ اب اس کی
چال میں شعوری تیزی، شاندار روانی تھی۔ وہ نئی جہتی کے پل پر پہنچا۔ پانی لہریں لے رہا تھا۔
سندھ کی ہوائ تیزی سے چل رہی تھی۔ اس غرایں رنگ تھا۔ یہ رنگ عرفی کا یہ شعر گارہا تھا
بیا کہ از گہرت عادی گشت دریا
بیا کہ تشنہ لبست را طلب کند تسنیم
وہ خوشی کے بارے پہنچنے لگا۔ اب وہ نہیں بھاگے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں
وہ ردی کا یہ شعر پڑھنے لگا۔

ہر ندائے کئی ترابا لاکشد
آئی نالے داں کہ از بالا رسد

سے۔ تو جیت کو نہ دلا کسے پائے گا۔ سوائے میرے۔ میں نے تجھ سے جو کچھ چھین لیا وہ تجھے نقصان
پہنچانے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تو اس سب کو میرے آغوش میں ڈھونڈے۔ جو کچھ تو بچاؤ غلط تھا
میں بھنا ہے کہ کو گیارہ میں نے حفاظت سے رکھ لیا ہے۔ اٹھ میرا ہاتھ پکڑ اور آ۔

یکس کی آواز تھی

تنگ تار و تنگ چوہ و تنگ پوست
از کجائی آید این آواز و دوست
آواز دوست۔ آواز دوست! حافظ کا شعر ہے یاد آ رہا ہے
دنیا میں گھومتی کعبہ غرابی زن قدم
خیز نشینا کر کند غار و غیبان غم

اب وہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ اسے بے باکوں کی وہ نفس یا مکتی: واہ الہی
کے سنا رہا تھا۔ مگر کچھ یاد دیا اور پھر وہ کھل کھلا کر نہیں بول سکتا کی گھنٹی بھی اس کے
مناظرہ منجھے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ یاد دیا اور پھر وہ کھل کھلا کر نہیں بول سکتا کی گھنٹی بھی اس کے
یہی ہوتا ہے۔ بھانڈا گھوڑے کی تھا بھگ رہا تھا۔ تھلے گھوڑی اور گھوڑی کا پتہ دوڑوں بچا
مگر بھانڈا میں اتنا دم نہ تھا کہ پتہ دے گھوڑی اند گھوڑی کا پتہ دوڑوں بچوں سے سزا
حکم دینا پڑا اور گھوڑی کے پتہ کو سر پر لاؤ پڑا اور نہ دنیا میں سب کچھ سب کے لئے ہے
رکھا ہے۔ اقبال نے خوب کہا ہے

ہست این سیکرہ و دعوت عام است اینجا
قبضت باد و باد از جوہر جام ہست اینجا

اندازہ جام۔ اندازہ جام۔ اس کے جام میں قرمز کی شراب بھری تھی۔ سو
برس کا تمام سرمایہ اس میں تھا۔ وہ اس کا مالک تھا۔ پھر تھلے سے دیا تھا انا ملکت
للہ توفی ملکت لمن تشاء۔ اس ملک کے لئے اس نے یہ زمیں لی تھی اس ملک کو وہ
اس زمین پر لگانا چاہتا تھا اس کو عہد بیت کی یاد مخالف سے بچانے کے لئے ایک مقام
دے دیا گیا تھا۔ مگر یہاں ریت اور کانٹوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ریت اس زرخیز مٹی کی یاد
دلاتی تھی جو کہ جہنم کے جواں سبکی مٹی ہے۔ وہ مٹی بغیر محنت کے پھل لگاتی تھی۔ اس نے

میتے مرنے سے باز رکھتا۔ وہ عزت کرنا قبول کیا تھا۔ یہاں کا مہاجر عزت مانگتا ہے
 وہ اس سے نہ ہو سکتا۔ جو اس سے قبول نہیں کانتے ہوتے ہیں۔ کانتے اس کے لیے جسے اس کے دل کے
 بار ہو کر ہے۔ اگر وہ اس کا شکر بھائی تھا۔ یہ کھڑک۔ یہ رکیل۔ یہ اس کے کانتے ہوتے ہیں
 وہ کانتے مانگتے ہیں۔ ہر قسم کا کانتا اس کے لیے تھا۔ کیوں؟

کس نہ داشت کہ من نیز ہنسانے دارم
 اس مقام کے شہر و دست زد بے ابرام

بے ابرام نہیں تھے۔ چنانچہ عظم ہر ایک سے کہتے تھے۔ یہ تو ذات اللہ ہے۔
 نیکو انھوں نے مجھ سے بھی ہی کہا تھا۔ اسے یاد آیا۔ اس وقت اسے نصیحت کیا تھا کہ اب
 سلام چاہیے کہتے تھے۔ قاندا عظم خود تو سمجھتے تھے لیکن ہر ایک کے لئے ان کی بات بھنا
 نیکو انھوں نے اس سے ملنا تھا جو وہ سمجھتے تھے۔ اس پر انھوں نے مجاہد کی طرح عمل کیا۔ غارتگر
 کیا ہوئے۔ جناح کی سمجھنا چاہیے۔ ہر ایک کی وہ سمجھ نہیں ہو سکتی تھی

چشم پست از لفائے حق شود
 حق کا ہمسرا از ہر احق شود

کیا سمجھ میں وہ سمجھ ہو سکتی ہے؟ اس نے سوال کیا۔ کیوں نہیں؟ اس کے
 دل نے جواب دیا۔ وہ سمجھ سمجھ میں ہے۔ جناح سے زیادہ سمجھ ہے۔ جناح سے زیادہ علم ہے۔
 جناح سے زیادہ تجربہ ہے۔ مگر جناح کا سا عزم نہیں۔ جناح کا سا عمل نہیں۔ وہ دیکھنے میں
 انگریز تھا مگر روح اس کی مسلمان تھی۔ تمھاری روح ہندو۔ تمھاری عقل انگریز۔ ہندو
 کی ہر اہمیت ہو گئی تھی۔ اس میں سے وہی ماگ نکل رہا تھا۔

بیا کہ از گہرت یادی کند دریا

بیا کہ تشنگی بہت را طلب کند نسیم

وہ پورٹ پر پہنچ گیا اور غلامیوں میں شامل ہو گیا۔ بوجھا اٹھانے کا عادی نہ تھا۔

وہ عاقبت کی تھی۔ کائنات کی تھی۔ آدمیت سے بے پروا ہو کر عاقبت آدم کے لیے کام کرنے
 سے ذہنیت دور ہو کر عاقبت کے لیے تھی۔ تفسیر ہی زمین کھودا کر کے تھے۔ ہر جھٹکا
 کہتے تھے۔ مگر اس کا تہذیب نے اسے کام سے باز کر دیا تھا۔ نہیں جب وہ غزنی میں
 سپاہی تھا تو سب ہی مشقت کے کام کر لیتا تھا۔ مگر ہندوستان نے مشقت کی عادت
 کو ختم کر دیا۔ وہ ان کی کانتے والا نہ رہا۔ ہندو کیا تھا۔ اس کے ایمان کا خاتمہ۔ بھائیوں کے گھوڑے
 دوڑ کر رو گئے۔ انگریزوں کا داغ۔ انگریزوں کی توپوں کے حملے سے گھوڑے بھاگے۔ بھولے ہاتھ
 سے چھٹ گئی۔ تلوار لڑائی کا ہتھیار۔ مسلمان اسی ہتھیار پر بھروسہ کرتے۔ انگریز تلوار ہتھیار
 بن گئے۔ وہ مسلمانوں پر عادی ہو گیا۔ اس وقت جنگ عظیم گونج رہی تھی۔ وہ ہی جس کے پاس
 سامان زیادہ تھا۔ مسلمان بے سروسامان ہے۔ اس لئے دنیا کی قوموں میں ذلیل ترین ہے۔
 انگریز کا خادم ہے۔ وہ سپاہی گیری چھوڑ کر عیش پسندی پر آگیا تھا۔ اسے پھر ملتی ہوئی تھا۔

شیر و خاں شاہ مرزاں قوت پر دستگار

لافتی الاعلیٰ لاسیفت الا ذوالفقار

آج کل ذوالفقار کیا کام دے گی۔ ذوالفقار کوئی چیز نہیں۔ قوت بازو علی
 چاہیے۔ ذوالفقار آسمان سے اتر آتی ہے۔ اگر وہ علی کی راہ پر قائم ہوتا تو بھلے ان کھاتو
 کپڑوں۔ باتوں۔ شعروں۔ عیشوں۔ مجتوں کے جو اس پر شیطان کی طرف سے اترتی
 رہیں اس پر ہی ہوائی جہاز اور ایٹم بم اسی طرح اترتے جس طرح انگریزوں پر اترے۔

کنت کتور حستہ مخفیہ

فن بعثت امم مہدیہ

اس نے بوجھا اٹھایا وہ بوجھ لے کر دوڑا۔ وہ سب مزدوروں سے زیادہ کامیاب
 ہوا۔ اس کو شام تک اس لئے مزدوری کے لئے۔ دوسرے مزدوروں سے اور اس سے ملاقات
 بھی ہو گئی تھی۔ چلتے وقت کسی نے اس سے سینما چلنے کے لئے کہا اور کسی نے عیش کی جگہوں

پہننے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ دن بھر محنت کرنے کے بعد اس میں اشتہار نہیں تھا
پنے جسم کو آگے بڑا دیکھئے۔ حق لوگوں کو اس جواب پر قہقہہ ہوا۔ اس نے سہاگہا کر یہ
بات محنت سے زیادہ جسم و روح کو زیادہ کرتی ہیں، تو حق لوگوں کو قہقہہ ہوا۔ وہ جب
اگر چھوڑ کر چلے گئے۔

دو عہد کے کتابے اکیلانہ گیا۔ اندھا چلا جانے لگا۔ اب اسے اکیلے پن پانفسر
ماہر کی مہربانی کی آواز کہنے لگی۔ یہ کہہ کر ہی تھی۔

اندھ کے اندھ حسرت کے دل نشین

ترک خود کن سوئے حق ہجرت گزیں

پختہ از حق شو سوئے خود گامیزن

لاست و عزائے ہوس با سہر مشکین

شکر ہے پیدا کن از سلطان عشق

جلوہ گر شو بر میرے خادان عشق

وہ چتر سر رکھ کر بیٹ گیا۔ آسمان کے تارے اس کی آنکھوں میں تھے اور سبز
بھیاں آواز اس کے کان میں تھی۔ اقبال کا لگ لگاتار گیسٹ کے رات میں بدل گیا۔

Und Stürme brausen um die Wette,
vom Meer aufs Land, vom Land aufs Meer,
und bilden während eine Kette
der tiefsten Wirkung ringsumher.
Da flammt ein blitzendes Verheeren
dem Pfad vor des Donnerschlags.
Doch deine Boten, Herr, verhehen
das sanfte wandeln deines Tags.

ملا اندھوٹان لڑتے ہوئے اٹھتے ہیں، سمندر سے زمین پر اور زمین سے سمندر پر اور اپنی ہلکی سی طاقت
(باقی اگلے صفحہ پر)

اس کو لڑنے لڑی دے کل جہاد کیا۔
کہاں؟ کہاں ہے خا کا پتھر؟ پھر اقبال کی آواز آئی۔

زندہ حق از قوت شعلہ بی است

باطل از قوت عصرت میری است

یہی پیغام ہے اسلام کا۔ یہی ہے اس کے صلے کے ہاں کے میدان کا نقشہ

اور پھر اقبال کی آواز آئی وہ

ماہ قیامت قطعہ سسٹداؤ کو

موق خون او چمن ایکساؤ کو

اس نے سوچا۔ سقراط سے حسین تک بدلتے ہوئے سقراط کے پاس کریم چچا

اور کہنے لگا کہ میں سے بھاگ چلا سقراط نے کہا نہیں افسوس کا قانون ہے کیا ہے؟ کہ حسین

نے شب عاشورہ شمع بجھادی اور کہا جس کو خیر ہے پاس سے جانا ہو جانا بدست میں کیا لاپرواہی

کے قانون کے خلاف لڑوں گا۔ میرا ساتھ کے عمل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک انسان قانون

توڑنے سے انکار کرتا ہے۔ قانون جیسا بھی ہو اس کے لئے پاک تھا۔ دوسرا قانون کو توڑنا ہے

کیوں کہ قانون ناپاک ہے۔ ناپاک قانون کو توڑنا ہر وقت توڑنے پر تیار رہنا چاہیے۔

تھا جتنا ران پر کامل مہاجرین چین کا عمل تھا جو کر لائیں کامل ہو لیں یہی میرا مذہب ہے۔

یہ سب فارم سسٹنر کچھ نہیں تلا جھبٹ لافیلین، یہ تمام انگریزی قلمی وقت ہے بحث

مکالت، اشکار کل کی بڑی اسکول ماسٹری سکھاتی ہے۔ ہر لایا ایمان بھی توں میں تبدیل کر

(تیسرے کچھ صفحہ کاٹ ڈال)

سے ایک زخمیر لگاتے ہیں جو بڑی گہری ساخت رکھتی ہے۔ پھر یہی لایا ایک شہر جہاں وہ ممالک
رہتی بن جاتا ہے۔ تیرے خیر دیکھتے ہیں زندگی کے آہم کے ارتقا میں۔

وایا۔ وہ بت پرست رہا۔ گو پاک کے بت کو پوجنے کے لئے آیا۔ اسی بت کو پوجتا رہا مسلمان
مسلمان چوہو و خوشے کا فرمان
لا الہ الا وہ و انزل منکران

مذکر کی آواز بولنے لگی۔ "آمنو۔ آمنو۔"..... آسمان پر ایک نور نظر
آیا۔ سبحان الذی اشرا عبداً لی بنی یہ اس نور و علی نور میں وہ گم ہو گیا۔ پھر آواز
آئی۔ یہ کائنات کی آواز تھی۔ قل عیسی الذی انشاء اول مرة و هو ابیل علی علیہ
صیح کو اس کی آنکھ کھلی۔ ہمنند کی ہول غالب کی آواز لاری تھی۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بولے دوست
معروف و حق ہوں بندگی بو تراب میں
وہ چو نکا اور غالب کی آواز اقبال کی آواز میں تبدیل ہو گئی۔

ہر کہ در افلاک گرد و بو تراب
باز گرد اند ز مغرب آفتاب
زیر پاش اینجا شکوہ خیر است
دست ادا آنجا نسیم کوثر است

اب اس کے لئے ایک نئی صبح تھی۔ تمام تکلیفیں تمام تلخ تجربے جواسے ملے
ہوئے تھے وہ سب اپنی جگہ پر حقیقت تھے مگر اسے ان سے بھاگنا نہ تھا۔ اسے ان سے

لہ۔ ایمان لاؤ۔

لہ تعریف اس کی بولے گیا اپنے بندے کو رات میں.....

تے کہہ دو کہ تمہیں پھر زندہ کرے گا جس نے پہلی دفعہ خلق کیا تھا اور وہ تمام
خلق کا عالم ہے۔

لڑا تھا۔ ہندویت اور مسابیت ایک نئے جذبات کے وسیلے دوسری نے عقل کے بیٹے
اسے زاری تکھایا تھا۔ یہ مذہب غلط تھا۔
پھر اقبال کی آواز آئی۔

ہے در ذہا ہجیر کی آن قرب میسر نیست

گلشن ہجیریاں کش اسے بو گلکاب اند
اب تک وہ باتو صاحب رہا تھا اور یاد کیل شاعریت کا ساتھی با کمر کوں
کا ساتھی۔ اب اسے خود لیلہ رہنا تھا۔

ہدوت پر گزروں کے چلنے کے آواز آئی۔ وہ ایک کرایا ادا ہر فرد میں شامل
ہو گیا۔ وہ پیٹھے پر بوجھ اٹھائے جا رہا تھا۔ یہ شعر نکلنا نہ تھا۔

یہ کہہ رہا ہے پٹ کر نکاح بار دہی

زمانہ ادب بھی اسے گا ایک پارہ

وہ شعر نکلنا آ گیا اور بڑے جوش کے ساتھ بوجھے اٹھا لیا۔ دوپہر ہو گیا ایک
مزدور اس کے پاس آیا ادا بولا۔ "بڑی مصیبت میں زندگی کٹ رہی ہے۔"

"مصیبت کوئی چیز نہیں ہے۔" اس نے کہا

"کیوں گھر سے بے گھر ہوئے اور یہاں سر چھپائے کو کوئی پڑ بھی نہیں ہے۔"
"کچھ نہیں۔ تم نہیں سمجھتے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ قسمت؟"

"یہ کیا؟ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"سب مسلمان ایک قوم ہیں کہ نہیں؟"

"ہاں ہیں۔"

"اور ایک جگہ کے رہنے والے بھی ایک قوم ہیں جیسے بنگال کے رہنے والے
بنگال قوم۔ پنجاب کے رہنے والے پنجابی قوم۔ ہم تم ایک قوم۔"

سبحی نے لکھ لکری مقصد ظہر۔ فتوحات۔ فتوحات۔ ہر لکھ لکری مقصد کے بجائے اپنے لئے لکھ لکری
 اس لکھ لکری کو جہاد کیا۔ اپنے کو خدا کا دوسرا پہلو پایا۔ اپنے فکر کو اسلام کہلوا یا۔ دوسری قوموں
 کے لئے اسلام ظہر شد اور غزیرہ کے ہم سے ہو گیا Religion of world
 by success۔ لیکن نے یہ طنز کیا۔
 اسلام ختم ہو گیا۔

پس اسلام نہیں ختم ہو سکتا۔ وہ انسان کی قسمت ہے۔ انسان اس کی طرف کی
 ہے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ضرورت یہ ہے کہ اس جگہ ہم اس قدر زیادہ
 روشن خیال ہو گئے ہیں ہم اس کی لکیر کو سیدھا کر لیں۔
 مگر سیدھی لکیر کیا ہے۔

یہ بہت ہی سیدھی بات ہے علی جب عمر عبدو کی گردن کاٹنے چلے تو اس نے
 آپ کے منہ پر ٹھوک دیا۔ آپ نے تلوار روک لی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سے نقل کیا۔ زول
 نے بعد میں پوچھا کہ یہ کیا کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے غصہ آ گیا تھا۔ اگر غصے میں میرے
 نقل کرتے تو اس کا قتل اسلام کے لئے نہ ہوتا۔ یہ ہے سیدھی لکیر ہر کام میں یہ دیکھنا ہے کہ یہ
 میری ذات کے لئے ہے کہ اسلام یا خدا کے لئے۔ میں نے ہندوستان خدا کے لئے نہیں فتح کیا تھا۔
 اپنے لئے فتح کیا تھا۔ دنیا کے زیادہ تر فلاح اپنے لئے فتوحات کرتے رہے۔ لہذا دنیا اس حالت
 کو آگئی ہے اور لعنت کیا ہے؟ مولانا کہتے ہیں

لعنت آں باشد کہ خود بنیش کند
 فاسد و کثر ہیں دہر کینش کند

یہ خود بنی ہی لعنت ہے اپنے کو خواستہ نا۔ اپنے مطالب کے لئے خدا کو ماننا۔ یہ
 راہ نجات ہے۔ اس میں اطمینان نہیں۔ اب وہ جنگوں کے بعد پریشان ہو کر وہ اطمینان کی
 تلاش میں ہے۔ انہی ن کبان ملے گا؟ اسلام میں نہ ملے گا کہ تم کرتے میں۔ اسلام کے سب سے

اہم عامل نے کہا رشتہ ما بقضائہ و تسلیہ الامور انا لله فان ظلم و جعفر
 اچھا یہ بتائیے کہ تمام اعظم نے پاکستان اپنے لئے بنایا تھا کہ لکھ لکے تھے۔
 یہ مسئلہ جدید ہے۔ ایک بات صاف ہے کہ انہوں نے اپنے لئے اسے نہیں بنایا
 مگر انہوں نے اس کے لئے بھی نہیں بنایا۔ انہوں نے اسے ہندوستان کی مسلمان قوم کے لئے بنایا۔
 یہ قوم کیا؟ ایک قوم تو اسلامی دنیا کے سب مسلمان۔ ایک قوم تو ہندوستان کے سب مسلمان
 کہ رہنے والے اور ایک زبان بولنے والے۔ گاندھی نے جب ہندوستان کے سب مسلمان
 کو ایک قوم کہا اور عمل میں ہندو ایک ہر مسلمان کو ختم کرنے کے لئے تو ہم کو بھی ہندوستان کے
 مسلمانوں کو ایک قوم کہنا پڑا اور اس قوم کے لئے الگ گھر بنانا پڑا۔ مگر خدا اعظم رحمت
 کی جماعت بھی مری اور اب اسلامی قوم اور غزیرہ کی قوم کے تعصبات میں جھگڑا
 بھڑا دمار سے گئے ہم اور تم۔
 ٹھیک کہتے ہیں مگر اس کا علاج کیا ہے؟
 "غلاظ؟ اسلام۔ رب المشرکین والمغیرین میں عقیدہ اور مطلق کرنے والے
 ہم اور تم۔"

مگر ہم لوگ جاہل ہیں۔ ناوار ہیں۔ مجبور ہیں۔
 یہ سب بہت اچھا ہے۔ ہم جاہل ہیں تو اچھا ہم غلط تعقیب سے چھوٹ گئے۔ ناوار
 ہیں تو اچھا ہمیں کچھ نہیں کھونا ہے۔ مجبور ہیں تو بہت اور غم نہیں ہمارا آہ غمزدہ ہے۔
 ہم سب براہِ مجبور ہیں۔ آپس میں حسد کا سوال نہیں اٹھتا ہر دے اور امانت کے درمیان
 کوئی چیز نہیں حاصل ہے۔ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر سب ایک ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ یہ
 پاکستان ملک نیل ہے گھنٹل نہیں ہے۔

پرستہ چرب کیل نام سے منزل مسلمان کی
 سناوے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں توبہ

سب مزدور اپنی اپنی طرف چلے گئے۔

اکیلا! اکیلا! اکیلا! سمندر سا مینہ آسمان سر پر!
 سر کام اکیلے آدمی نے ہی شروع کیا۔ وہ اکیلا ہی سنگم پر گیا تھا۔ کامیابی کے
 زعم میں وہ ملک گیری ہی کو اندر سب سمجھتا تھا۔ مگر اب اسی تمام تجربے نے اسے صحیح اور
 غلط کا وہ شعور دے دیا تھا جو یہاں آتے وقت اس میں نہیں تھا۔ اقبال کی آواز آئی
 ہونہ سرگشتہ اگر مل گئی تعمیر سیری
 راز توحید حکومت نہیں تفسیر سیری

اور برآؤ تنگ کی

Both life succeed in what it seems to fall

وہ 'Patriot to Women' رہا تھا۔ جنت ارمنی کو جنت عرمنی مان کر
 سورہ رمن پڑھنے لگا تھا اب! Patriot to Heaven! ہوا تھا۔

Maker remake, complete, I trust what thou shalt

اقبال وزن بالقسط ولا تنحروا المیزان فباي الله عرکما تکذبان

Reculer four Mieux sauter. مگر اب اس کے لئے یہ وقت تھا۔

قوم کی رہبری کے لئے بڑھنے سے پہلے خود کو نچتہ کرنا ضروری ہے وہ شعر گنگنا رہے

کا ہمیشہ عادی تھا اور یہ شعر گنگنا رہا سو گیا۔

اے ماحی نقش باطل من

اے فاتح خیبر دل من

144

Cependant, tout en haut de l'univers juche,
Un ange sonne à victoire

De ceux dont le coeur dit: "Que bene son fouet
Seigneur: que la Douleur, O Pere, soit beniet!
Mon ame dans tes mains n'est pas un vain jouet,

Et ta prudence est infinie "

Le son de la trompette est si délicieux,
Dans ces soirs solennels de celestes vendages,
Qu'ils'infiltre comme une extase das tous ceux
Dont elle chante les louanges.

رَحْمَةُ لِلْعَالَمِينَ

کی

خدمت میں

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان مجھڑا است

الہو مجیبی جعفر ۰۳۰۰۹۸۰۶۶۶۹
چی ایچ ڈی اردو راجہ سکالر
محکم لکھنؤ راجہ اسلام آباد

(جملہ حقوق محفوظ)

ناشر _____ لبنی پبلیکیشنز
۲۰۴ - الہیات چیمبرز
ایم۔ اے جناح روڈ کراچی
طابع _____ ڈیسٹ پریس کراچی



بار دوم _____ جولائی ۱۹۶۱ء
تعداد _____ ہمارے نمبر
قیمت _____ آٹھ روپے